ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاءھم
بالبینٰت قالوا ھذا سحر مبین

قال النبی صلعم انا دعوۃ ابی ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ

وقال صلعم انا محمد و انا احمد

احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنفہ

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء

انڈین سٹیم پریس لاہور میں باہتمام بابو رادھا کشن پرنٹر کے چھپا

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیشگوئی اسمہ احمد کے متعلق میاں صاحب کا عقیدہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی جس کا ذکر القرآن کریم نے سورۃ صف کی اس آیت میں دیا ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پوری نہیں ہوئی کیا احمد آپ کا نام نہ تھا۔ یہ وہ کلمات ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نہ کسی تحریر میں ہیں نہ کسی ڈائری یا تقریر میں ہیں نہ کسی شخص نے آپ کے منہ سے کبھی سنے۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔ اسکے متعلق آپ کی تحریروں اور ڈائریوں کو تو میں انشاء اللہ اسی رسالہ میں پیش کرونگا۔ لیکن تیسرے امر کے متعلق میں یہ شہادت میاں صاحب کے مریدوں سے طلب کرتا ہوں۔ کہ کہیں سے اگر کسی نے کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے یہ کلمہ سنا ہو کہ آنحضرت صلعم کا نام احمد نہ تھا یا حضرت مسیح کی بشارت والی پیشگوئی آپ صلعم کے ظہور سے پوری نہیں ہوئی تو وہ محض للہ اپنی شہادت حلفی ادا کرے۔ اور اگر نہ حضرت صاحب کی کسی تحریر میں ایسا لکھا ہو نہ آپ کی تقریر میں یہ کلمات پائے جاتے ہوں اور نہ کبھی کسی شخص نے آپ کے منہ سے ایسے کلمات سنے ہوں تو پھر ایسا عقیدہ بناتے وقت خدا کا خوف کرنا چاہئے اور اسکو سنکر خاموش رہنا بھی سکوت عن الحق ہے۔ جس کے بارہ میں سخت وعید ہے۔ الساکت عن الحق شیطان اخرس۔ یہ سکوت آیا تعلیم کے اندر پڑی ہوئی ہے۔ سلسلہ ان غلط عقاید کی وجہ سے بدنام ہوتا چلا جا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے خلاف ایک عقیدہ پھیلایا جا رہا ہے۔ اگر ہماری خاموشی کا اثر یہ ہو کہ لوگ ہم کو بھی اس عقیدہ کے قائل سمجھیں گو ہمارے دل میں یہ عقیدہ نہ ہو۔ تو ہم سکوت عن الحق کر کے دنیا کو

دھوکہ میں ڈالنے والے ہونگے +

جیسا کہ میں نے اُوپر کہا ہے ہم نے کبھی اس قسم کا کلمہ حضرت اقدس کے منہ سے نہیں سُنا۔ اور نہ جماعت کے کبھی وہم میں یہ بات آئی کہ حضرت صاحب کی کسی تحریر کا منشا یہ ہے کہ اسمہٗ احمد سے مراد آنحضرت صلعم نہیں ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود تو اس عقیدہ کے ہرگز ذمہ وار نہیں بلکہ مَیں کہتا ہوں کہ حضرت صاحب کی حیات میں بھی کبھی یہ عقیدہ پیدا نہیں ہوُا۔ اور کیونکر پیدا ہو سکتا۔ کیونکہ اگر یہ خیال کسی کے دل میں آتا تو اُسکی اصلاح کا سامان بھی ساتھ ہی تھا۔ چنانچہ اخبار بدر مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی حکیم فضل دین صاحب مرحوم کے دل میں یہ خیال آیا۔ اور انہوں نے اپنے طور پر اسکو کہیں بیان کیا۔ یا اُن کے بیان سے کسی سُننے والے کو غلطی لگی۔ اور یہ خیال ایسا خلاف تعلیم حضرت مسیح موعود معلوم ہوُا۔ کہ اسی وقت اسکی اطلاع سُننے والوں نے حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم مغفور کو پہنچائی۔ اور آپنے اس کا جواب حسب ذیل دیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دامن کی اس غلطی سے پاک ہونے کی شہادت ادا کر دی۔ اصل سوال اسی اخبار میں بالفاظ درج ہے "اب کلام مجید یاتی من بعدی اسمہ احمد میں احمد سے جناب سرور کائنات حضرت رسول اکرم صلعم مراد ہیں۔ یا اس سے حضرت امام صادق حضرت مہدی زمان علیہ الصلوۃ والسلام مراد ہیں"۔ اور جواب بالفاظہٖ ذیل ہے "یاتی من بعدی اسمہ احمد سے مراد ہمارے سید و مولا ہادئے کامل خاتم النبیین رسول رب العالمین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہی سچ ہے حکیم فضلدین صاحب نے اگر اسکے خلاف کہا ہے تو غلط اور بالکل غلط کہا ہے۔ ہاں اگر آپکے احمد علیہ الصلوۃ والسلام کا خادم اپنی خدمت کے لحاظ سے اور غلامی کی راہ سے فرماوے۔ کہ میں بلحاظ کامل محبت سچی خدمت کے وہی احمد ہوں۔ بلکہ اُس کا مولا اور خالق جلشانہ ارشاد فرماوے کہ تُو تو احمد ہے تو یہ امر دیگر ہے۔ اسی کارڈ کے اوپر جو شعر لکھا ہے اس پر غور کرو۔ حضرت مرزا جی کا فرمایا ہوُا وہ شعر یہ ہے ؎

احمد اندر جان احمد شد پدید　　　اسم من گردید اسم آں وحید

حضرت مسیح موعود کے وصال کے بعد البتہ یہ غالیانہ خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے اور اسکی اول بنیاد رکھنے والے مولوی ظہیر الدین صاحب اروپی ہوئے جنہوں نے اول کتاب نبی اللہ کا ظہور میں اور پھر اسکے بعد حضرت مولوی صاحب مرحوم کے نام خطوط میں ہینڈ بلوں کے ذریعہ سے ۱۹۱۱ء سے لیکر ۱۹۱۳ء تک ان خیالات میں سبقت کی۔ اور الفاظ احمد رسول اللہ کا ظہور یا ایک نیا کلمہ لا الہ الا اللہ احمد جری اللہ موٹے قلم سے ان ہینڈ بلوں کے سرورقوں پر لکھ کر جماعت کو اس طرف لے جانے کی کوشش کی۔ مگر جماعت نے ان باتوں کو قبول نہیں کیا۔ پھر کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ اب اختلاف ۱۹۱۴ء کے بعد وہی باتیں میاں محمود احمد صاحب کے منہ سے نکلتی ہیں تو کچھ اُن کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ اور کچھ اپنی خاموشی سے لوگوں کو یہ موقعہ دے رہے ہیں۔ کہ وہ ان عقائد کو حضرت مسیح موعود کے عقائد سمجھیں۔ خود میاں صاحب کو ایک طرف تو اپنی جماعت پر اس قدر بے اعتباری ہے۔ کہ جب میں نے اُن کے چیلنج کو منظور کر کے فیصلہ کے لئے ثالث مقرر کرنے کی یہ تجویز پیش کی کہ میں اُنکی جماعت میں سے چند آدمی منتخب کر لوں۔ اور وہ اسیقدر میرے رفقاء میں سے۔ اور جو اُن کا فیصلہ کثرت رائے سے ہو دونوں فریق منظور کر لیں تو اس کو منظور نہ کیا حالانکہ بات تو سیدھی ہے۔ کہ اگر اُن زبردست دلائل سے جو ان کے ہاتھ میں ہیں وہ اپنے مریدین کو بھی قائل نہیں کر سکتے تو دنیا میں اور کسی کو کیا منوائیں گے۔ مگر دوسری طرف اپنے اس دعوے کے انکار میں وہ مخاطب صرف ہم کو کرتے ہیں۔ گویا اُنکے مبائعین ان عقائد کو درست مانتے ہیں۔ اور اس طرح پر پیری سے یہ ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

میاں صاحب کے عقائد کو بیان کرنے سے پہلے میں اس بات کا اظہار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی ظہیر الدین صاحب اروپی نے جو ان خیالات کے مروج تھے اپنے اُن عقائد سے رجوع کر لیا ہے۔ خدا کی نگہ میں کسی کا بڑا ہونا یا کسی جماعت کا لیڈر ہونا کوئی محبوب امر نہیں۔ ہاں جب ایک شخص حق کو پا کر اپنی غلطی سے رجوع کرتا ہے۔ تو یہ بات اللہ تعالےٰ کو پیاری ہے۔ اور جو شخص ایک غلطی کی اشاعت کے وقت کلمۂ حق کو

× ذیل کا اقتباس مولوی ظہیر الدین کے ایک خط کا ہے جو انہوں نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے نام لکھا ہے:

منہ سے نکالتا ہے۔ نہ ہی خدا کے نزدیک پسندیدہ امر ہے۔ اسلئے اگر میاں صاحب بھی مولوی ظہیر الدین صاحب کیطرح ان باطل خیالات سے رجوع کریں تو اُن کے اپنے فائدہ کیلئے ہے اسمیں اُن کا کچھ بگڑا نہیں جائیگا۔ اور اگر اُن کے مریدین محض اپنے پیر کی خیرخواہی کیلئے اُنہیں یہ اطلاع دیدیں کہ وہ بیچارہ میں غلطی پر ہیں تو انشاء اللہ دونوں کی بہتری کا موجب ہوگا +

اصل مضمون پر بحث کرنے سے پہلے میں میاں صاحب کے عقیدہ کو کھول کر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں گو اول اول یہ ذکر میاں صاحب کے درس کے نوٹس میں اپریل ۱۹۱۴ء میں ہوا۔ مگر سب سے پہلی کتاب القول الفصل ہے جسمیں اُنہوں نے اسبات کی وضاحت کی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱ پر ذیل کی عبارت درج ہے۔

" خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میاں صاحب کی خلافت کو ثابت کرنے کیلئے مسیح موعود کو مستقل نبی ثابت کیا جاتا ہے۔ اور پھر آپ کو مستقل نبی ثابت کرنے کیلئے آپ کو احمد ثابت کیا جاتا ہے ... افسوس کہ خواجہ صاحب نے پھر اپنے مطالعہ کے بغیر یہ بات لکھ دی ہے حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد کہا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق اس پیشگوئی کا میں ہی ہوں" +

پھر صفحہ ۲۹ پر ہے:-

" لیکن چونکہ اسمیں ایک ایسے رسول کی پیشگوئی ہے جس کا نام احمد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت احمد تھی نام احمد نہ تھا۔ اور دوسرے جو نشان اُسکے بتائے گئے ہیں وہ اس زمانہ میں پورے ہوئے ہیں اور مسیح موعود پر پورے ہوئے ہیں۔ اسلئے سب باتوں پر غور کرتے ہوئے وہ شخص جس کی نسبت خبر دی گئی تھی مسیح موعود ہی ہے"۔

لیکن پورا زور اسبات پر کہ اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہیں اور مسیح موعود ہیں انوار خلافت میں دیا گیا ہے۔ چنانچہ وہاں صفحہ ۱۸ پر یہ عبارت ہے:-

" پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کیا سورۃ صف کی آیت جسمیں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا بشارت دیگئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق +

" میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں ....

میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے۔ میں اسبات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں۔ اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کیلئے تیار ہوں" +

صفحہ ۲۲ پر ہے "پس اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دیگئی ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر وہ تمام نشانات جو اس احمد رسول کے ہیں آپ کے وقت میں پورے ہوں تب بیشک ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں احمد نام سے مراد احمدیت کی صفت کا رسول ہے.. لیکن یہ بات بھی نہیں" +

اِن حوالجات سے ذیل کے امور قطعی طور پر ثابت ہیں۔ اوّل یہ کہ پیشگوئی مبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں ایک ایسے رسول کی خبر ہے جس کا نام احمد ہے یعنے پیشگوئی نام کے لحاظ سے ہے۔ دوئم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہ تھا بلکہ صفت احمد تھی۔ سوئم یہ کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے نہیں تھی۔ چہارم یہ کہ اس پیشگوئی میں جو نشانات مذکور ہیں وہ آنحضرت صلعم کے وقت میں پورے نہیں ہوئے۔ پنجم یہ کہ حضرت مرزا صاحب کا نام احمد تھا۔ اور اسلئے حقیقی اور اصلی احمد وہی ہیں۔ اور یہ پیشگوئی محض آپ کے لئے ہی تھی۔ نہ کسی اور کیلئے۔ یہاں آکر میاں صاحب بوجہ اس خوف کے جو اُن کو اس وجہ سے لاحق حال ہے۔ کہ بیشتر حصہ اُن کے مریدین کا بھی اُن کی تحریروں کے صریح نتائج کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اُن کی تشفی کیلئے بات کو کچھ گول مول کرنا چاہتے ہیں۔ اور مرید تو چونکہ حسن ظنی سے کام لیکر پیر کے بچانے کیلئے ایک تنکے کا سہارا بھی کافی سمجھتے ہیں اسلئے ہمارے احباب مبایعین میاں صاحب ان الفاظ سے دھوکا کھا کر یہ کہدیتے ہیں۔ کہ میاں صاحب بھی اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی سمجھتے ہیں۔ مثلاً القول الفصل کے ذیل کے الفاظ دیکھو (صفحہ ۲۹) +

"اب رہا یہ سوال کہ پھر آپ نے اس آیت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کیوں چسپاں کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ جسقدر پیشگوئیاں آپ کی اُمت کی ترقی کی نسبت ہیں اُن کے پہلے مظہر تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اگر آپ احمد نہ ہوتے تو مسیح موعود کیونکر احمد ہو سکتا

تھا مسیح موعود کو تو جو کچھ ملا ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طفیل ملا ہے۔ پس آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم احمد تھے۔ اور اس پیشگوئی کے اول مظہر وہ تھے۔ اولین مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرار دینا ضروری ہے۔ مگر اسلئے کہ آپ صفت احمدیت کے سب سے بڑے مظہر تھے نہ اسلئے کہ آپ کا نام احمد تھا۔ کیونکہ آپ کا نام درحقیقت احمد نہ تھا۔ یہ عبارت میاں صاحب کو کیوں لکھنی پڑی اسلئے کہ حضرت صاحب نے تو کھلے طور پر اس آیت مبشرا برسول کو آنحضرت صلعم پر چسپاں کیا ہے۔ اس کا کوئی جواب ہونا چاہیئے۔ اس وقت ابھی مولوی سرور شاہ صاحب کی تاویل کہ حضرت صاحب کا اس پیشگوئی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں لکھنا محض الزامی جواب ہے۔ یعنی حضرت صاحب کا یہ عقیدہ نہ تھا۔ یہ تاویل جو زیغ قلب کی قابل عبرت شہادت ہے، ابھی شائع نہ ہوئی تھی۔ اسلئے میاں صاحب نے حضرت صاحب کی اس کھلی تحریر کو یوں ٹالنا چاہا۔ کہ بلحاظ صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے مصداق تھے اسلئے اگر حضرت صاحب نے ایسا لکھ دیا تو کوئی ہرج نہیں حالانکہ اوپر صراحت کہہ چکے ہیں کہ یہ پیشگوئی صفت کے لحاظ سے قطعاً نہیں بلکہ نام کے لحاظ سے ہے لیکن مریدین کی یوں تسلی کردی کہ بلحاظ صفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکے مصداق ہو سکتے ہیں تو مرزا صاحب بھی سچے رہ گئے اور مریدین کو بھی سہارے کے لئے ایک تنکا مل گیا۔ مگر یہ درحقیقت تنکا بھی نہیں جسے ڈوبتا ہوا ہاتھ مار سکتا ہے۔ بلکہ محض حباب ہے۔ کسقدر ظلم ہے کہ ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ پیشگوئی بلحاظ صفت قطعاً نہیں بلکہ نام کے لحاظ سے ہے۔ اور دوسری طرف جب حضرت صاحب کی تحریر کا کوئی جواب نہیں ملتا تو یوں لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکی جاتی ہے۔ کہ بلحاظ صفت پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلعم ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اول مظہر ہیں۔ ہم تو عیسائیوں کی توجیہات پر ہنسا کرتے تھے جب کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کو خدا کہا جاتا ہے۔ اور اسکے علم کی یہ حالت ہے۔ کہ بھوک کے وقت انجیر کے درخت کی طرف دوڑے جاتے ہیں کہ شاید کچھ انجیر ہی کھانے کو ملجائیں۔ پر وہاں کچھ ملتا نہیں اور طرفہ یہ کہ موسم بھی انجیر کا نہیں تھا۔ خدائی علم تو ایک طرف رہا۔ کچھ انسانی علم سے بھی قاصر نظر آتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ملتا ہے۔ کہ یہ فعل اُن کا انسان کی حیثیت میں ہے۔ خدا کی

حیثیت میں نہیں مگر افسوس ہے کہ میاں صاحب نے اس سے بھی کچی راہ اختیار کی۔ اگر یوں کہتے کہ پیشگوئی مُبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد صفت کے لحاظ سے بھی ہو سکتی ہے۔ اور نام کے لحاظ سے بھی۔ اور صفت کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسکے مصداق ہو سکتے ہیں۔ مگر نام کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب بھی ہو سکتے ہیں۔ تو اس توجیہ کے ساتھ وہی سلوک روا ہوتا جو مذکورہ بالا مسیحی توجیہ کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہا ہے آپ کی حیثیت اُس منطقی کی ہوتی جس نے اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دیکر کہا تھا کہ یہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ تیری اماں ہے نہ اس حیثیت سے کہ وہ میری اماں ہے مگر میاں صاحب نے تو کمال ہی کر دیا۔ ایکطرف یہ کھلا دعویٰ کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح کی بلحاظ نام کے ہے اسلئے آنحضرت اُسکے مصداق نہیں ہو سکتے۔ دوسری طرف مریدوں کو بہلانے کے لئے یہ فقرہ لکھ دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا مصداق لکھ دیا ہے تو گویا حضور بلحاظ صفت وہ بھی مصداق ہو سکتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ میاں صاحب کو دھوکہ لگا ہے یا انہوں نے عمداً یہ راہ اختیار کی ہے۔ میں نیت پر حملہ کرنا نہیں چاہتا ہوں مگر وہ واقعات صاف بتا رہے ہیں کہ مُریدین کو ایک مغالطہ میں ڈالدیا ہے حالانکہ بات تو بڑی صاف ہے کہ اگر پیشگوئی سچے طور پر اُن کے نزدیک بلحاظ نام کے ہے اور صفت کے لحاظ سے ہے ہی نہیں تو یہ کہنا کہ صفت کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اُس کے مصداق ہو سکتے ہیں اس کے یہ معنے ہیں کہ جھوٹے طور پر نعوذ باللہ من ذلک یہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر صادق آسکتی ہے۔ یعنے تھی تو مسیح موعود کیلئے مگر اسمیں کچھ تحریف کر کے یعنے اصل منشاء سے پھیر کر آنحضرت صلعم پر لگائی جا سکتی ہے انا للہ و انا الیہ راجعون +

دوسری طرف ایک اور توجیہ کی ہے جسمیں اصل خیال تو یہی ہے کہ صفت کے لحاظ سے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسکے مصداق ہو سکتے ہیں۔ مگر وہ اس سے بھی بدتر ہے۔ انوار خلافت کے صفحہ ۲۷ پر ہے +

"اور اگر کسی دوسری جگہ پر آپ نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے تو اسکے یہی معنے ہیں کہ بوجہ اس کے کہ کُل فیضان جو حضرت مسیح موعود

کو پہنچا ہے۔ آپ ہی سے پہنچا ہے۔ اسلئے جو خبر آپ کی نسبت دیگئی ہے۔ اُسکے مصداق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ضرور ہیں۔ کیونکہ جو خوبیاں ظل میں ہوں اصل میں ضرور ہونی چاہئیں لیکن عکس کی خبر دینے والا ساتھ ہی اصل کی خبر دیتا ہے۔ پس اس آیت میں ضمنی طور پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی خبر دیگئی ہے۔ اور اس بیان سے یہ واجب نہیں آتا۔ کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود نہوں۔ اسکے اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔ اور اس لحاظ سے کہ آپکے سب کمالات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل کئے ہوئے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی پیشگوئی اسی میں سے نکل آتی ہے" +

اس عبارت میں "الفاظ ضمنی طور پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی خبر دیگئی ہے" یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ گویا یہاں آنحضرت کو نعوذ باللہ من ذلک مسیح موعود کا طفیلی ٹھیرایا ہے لیکن اس عبارت پر تھوڑا سا اور غور بکار ہے۔ یہاں پھر میاں صاحب اسی مشکل کو حل کر رہے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کیوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔ اسکی وجہ صرف ایک ہی بیان کی ہے "کیونکہ جو خوبیاں ظل میں ہوں اصل میں ضرور ہونی چاہئیں"۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پیشگوئی بلحاظ ان خوبیوں کے ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں بھی ہیں اور جناب مرزا صاحب میں بھی۔ اسلئے حضرت مرزا صاحب کے ذکر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی آگئے۔ لیکن اگر پیشگوئی بلحاظ اُن خوبیوں کے ہے تو گو طفیلی طور پر رسول اللہ صلعم شامل ہو گئے۔ مگر پیشگوئی بلحاظ خوبیوں یعنے صفات کے ہوئی نہ بلحاظ نام کے۔ حالانکہ اگر پیشگوئی کو بلحاظ صفات کے ہی ٹھیرایا ہے۔ تو پھر سیدھی راہ کو کیوں ترک کیا جاتا ہے۔ کہ اصل کے ذکر میں ظل شامل ہے۔ بلکہ اظلال شامل ہیں۔ اور الٹی بے ادبی کی راہ اختیار کی جاتی ہے کہ سید کو غلام کا اُستاد کو شاگرد کا آقا کو نوکر کا طفیلی ٹھیرایا جاتا ہے۔ لیکن میاں صاحب تو بار بار کھول کھول کر کہ رہے ہیں کہ پیشگوئی بلحاظ نام کے ہے صفات کے لحاظ سے ہرگز نہیں جب صفات کے لحاظ سے نہیں تو یہاں خوبیوں کا کیا ذکر۔ پیشگوئی تھی میاں صاحب کے نزدیک نام کے لحاظ سے صفات کے لحاظ سے ہرگز نہیں۔ اگر صفات کے لحاظ سے ہوتی تو اصل اور

حقیقی مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوتے لیکن وہ نہیں کیونکہ پیشگوئی صفات کے لحاظ سے نہیں نام کے لحاظ سے ہے۔ پھر رسول اللہ صلعم کو جناب مسیح موعود کا طفیلی ٹھہرانے کیلئے پیشگوئی کو صفات کے لحاظ سے فرض کیا جاتا ہے۔ اور اس مغالطہ میں جماعت کو ڈالا جاتا ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ گویا یہ پہلو جو اُن کے اصل عقیدہ کے بالکل نقیض ہے محض مریدین کی تسلی کیلئے اختیار کیا جاتا ہے۔ اسکی حقیقت کچھ نہیں +

میں پیشگوئی پر بحث تو آگے چلکر کرونگا۔ اس جگہ صرف اسقدر دکھانا مقصود ہے کہ میاں صاحب کا اصل مذہب یہی ہے۔ کہ پیشگوئی صرف نام کے لحاظ سے ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے اسلئے نہیں کہ آپ کا نام احمد نہ تھا پس جب پیشگوئی ہے ہی بلحاظ نام کے اور صفات کے لحاظ سے ہرگز نہیں تو ظل و اصل کا سارا جھگڑا ہی گیا۔ کیونکہ اصل اور ظل کا معاملہ تو اُس وقت آئیگا جب صفات کا ذکر ہو۔ اور صفات کا ذکر اس پیشگوئی میں میاں صاحب کے نزدیک ہرگز نہیں۔ اور اگر صفات کا ذکر ہے تو پھر تو وہ بھی آنحضرت صلعم کے اولین اور حقیقی مصداق ہونے سے انکار نہیں کر سکتے۔ یہی اندرونی کشمکش کبھی اپنے حقیقی عقیدہ کو پیش کرنا کبھی مریدوں کو خوش کرنا ان سے ایسی فاش غلطیاں کرا رہی ہے۔ کہ کہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اول مظہر بن جاتے ہیں۔ کہیں ضمنی طور پر آپ کی خبر ہو جاتی ہے۔ کہیں آپ کی پیشگوئی حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی سے نکل آتی ہے۔ پھر کبھی تو آنحضرت اول مصداق ہو جاتے ہیں۔ کہیں ان آیات میں احمد کا اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔ گویا اولین مصداق کچھ اور ہوتا ہے۔ اور اصل مصداق کچھ اور۔ گویا ایک لحاظ سے مرزا صاحب مصداق ثانوی ہوئے۔ اور اول مصداق نبی کریم صلعم ہوئے۔ اور دوسرے لحاظ سے مرزا صاحب اصل مصداق ہوئے اور آنحضرت صلعم ظلی مصداق۔ انوار خلافت کے صفحہ ۲۰ پر میاں صاحب نے اس اندرونی کشمکش کا کسی قدر صفائی سے اظہار کیا ہے +

"اب میں خدا تعالےٰ کے فضل سے بتاتا ہوں۔ کہ ان آیات میں احمد کا اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف صفت احمدیت کی وجہ سے اُس کے مصداق ہیں ورنہ جس احمد نام کے انسان کے متعلق خبریں ہیں وہ حضرت مسیح موعود ہی ہیں"۔

پس خوب یاد رکھو۔ کہ میاں صاحب کا اصل عقیدہ یہی ہے کہ پیشگوئی نام کے لحاظ سے ہے نہ صفت کے لحاظ سے۔ اور نام کے لحاظ سے یہ صرف حضرت مسیح موعود پر صادق آتی ہے۔ اور آپ کے آنے سے پوری ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف صفت کے لحاظ سے احمد ہیں۔ اور پیشگوئی صفت کے لحاظ سے نہیں۔ اسلئے آپ کے آنے سے پوری بھی نہیں ہوئی۔ اور بایں ہمہ اُن کا یہ کہدینا کہ آنحضرت صفت احمدیت کی وجہ سے اسکے مصداق ہیں محض حضرت صاحب کی صریح عبارات کی جھوٹی تاویل اور ان مریدین کو سہارا دینے کیلئے ہے۔ جو عقیدہ میں اُن کے خلاف ہیں۔ ورنہ ایک مرتبہ نہیں وہ بار بار کہہ چکے ہیں کہ پیشگوئی آپ کے آنے سے پوری نہیں ہوئی۔ نہ کوئی نشان آپ کے وقت میں پورا ہوا۔ پھر آپ اچھے مصداق ہیں۔ کہ نشان، تو ایک بھی پورا نہیں ہوا۔ اور آپ مصداق بھی ہو جائیں۔ بادشاہ بے ملک اور خلیفہ بلا جماعت کی طرح نعوذ باللہ من ذلک آپ مصداق بے نشان ہیں یہ ہے میاں صاحب کے دل میں آنحضرت صلعم کی محبت جس کے اتنے لمبے چوڑے دعاوی شائع کئے جاتے ہیں حالانکہ اگر سیدھی بات کو قبول کر لیتے تو نہ اتنی کشمکش میں پڑتے نہ آنحضرت صلعم کی ہتک تھی۔ نہ مسیح موعود کا کچھ بگڑتا تھا۔ اصلی اور حقیقی مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے بلحاظ صفات کے کیونکہ پیشگوئی صفات کے لحاظ سے ہی ہوتی ہے۔ مگر آپ کا اسم مبارک بھی احمد تھا اسلئے کہ آپ کا نام منجانب اللہ ہونے کی وجہ سے آپ کی صفات کو ظاہر کرنیوالا ہی ہے۔ محض تفاؤل کے طور پر آپ کا نام نہیں رکھا گیا۔ بلکہ حکم الٰہی سے رکھا گیا۔ اور آپ کی صفات چونکہ آپکے کامل متبعین میں بھی ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اسلئے ظلی طور پر وہ کامل متبعین بھی اسمیں شامل ہیں۔ اور

ان میں سے ایک انسان کو چونکہ ضروریات زمانہ کے لحاظ سے صفت احمدیت کا مظہر کامل بنایا گیا۔ اسلئے وہ انسان بالخصوص اس صفت کا مظہر ہو کر اس پیشگوئی کا ضمناً بطور ظلی مصداق بن گیا۔ سیدھی راہ کو انسان ترک کرتا ہے تو پھر اُسے اپنے عقائد کو گورکھ دھندے کا رنگ ہی دینا پڑتا ہے۔ جس طرح تثلیث اور ابنیت اور کفارہ کے عقائد گورکھ دھندے بنائے گئے ہیں۔ بلکہ وہ قدم قدم پر ٹھوکر بھی کھاتا ہے۔ جس طرح میاں صاحب کھائے ہیں۔ پھر میاں صاحب نے اس عقیدہ کو کسقدر رفعت دی ہے۔ اول اسے اپنا عقیدہ قرار دیا ہے "میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے"۔ پھر اسکو ایمانیات سے قرار دیا ہے۔ "میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے"۔ پھر ان دلائل پر اس قدر فخر ہے "کہ تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں" کو قائل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں (انوار خلافت صفحہ ۱۸) اسی پر بس نہیں بلکہ جو کچھ اُنھوں نے اپنے نزدیک دلائل سمجھے ہوئے ہیں۔ انکو بیان کرنے کے بعد میاں صاحب لکھتے ہیں۔ یہ اس قدر کھلے کھلے اور بین دلائل ہیں کہ جو اسکو نہ مانے وہ شیوہ مومنانہ کو عمداً ترک کرتا ہے۔ اور خدا کے کلام میں تحریف کرتا ہے۔ چنانچہ انوار خلافت صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں:-

"تو کیا وجہ ہے کہ اس آیت کے مضمون کو توڑ مروڑ کر آپ پر صرف اسلئے چسپاں کیا جاتا ہے تا یہ ثابت ہو کر آپ کے بعد کوئی اور رسول نہیں آسکتا۔ کیا خدا تعالےٰ کا خوف دلوں سے اُٹھ گیا ہے۔ کہ اس طرح پر اُسکے کلام میں تحریف کیجاتی ہے۔ اور صریح طور پر اُس کے غلط معنے کرکے اُسکے مفہوم کو بگاڑا جاتا ہے۔ جب تک حق نہ آیا تھا اُس وقت تک کے لوگ مجبور تھے لیکن اب جبکہ دلائل سے ثابت ہو گیا ہے کہ احمد سے مُراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک خادم ہے تو بھی ہٹ دھرمی سے کام لینا شیوۂ مومنانہ نہیں"+

شاید یہ سوال کرنا تو بیجا نہ ہو کہ یہ **حق کب آیا**۔ اگر تو مسیح موعود کے ساتھ آیا تھا تو وہ مامور من اللہ تھے۔ اور اگر یہ حق انوار خلافت اور القول الفصل کے ساتھ

آیا ہے۔ تو انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوائے اور کیا کہیں۔ گویا اس حق سے تو مسیح موعود بھی محروم ہی گئے۔ اور میاں صاحب کا ایمان یہی ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر جیسا کہ میں ابھی دکھاؤنگا۔ وہ یہ بھی اقرار کر چکے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں نہ صرف ان واقعات کا اُن کو علم نہ تھا بلکہ اُن کا عقیدہ بھی اس کے خلاف تھا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ میاں صاحب کے نزدیک اب جو کوئی انکی اس تحقیقات کو قبول نہ کرے وہ کلام الٰہی کی تکذیب کرتا ہے:۔

"قرآن کریم اور رسول کریم کی بھی تکذیب کر دیتا ہے" انوار خلافت صفحہ ۲ پر ہی فرماتے ہیں:۔

"جبکہ انجیل میں آپ کا نام محمد آیا ہے۔ تو پھر اسمہٗ احمد والی پیشگوئی آپ پر چسپاں کرنا گویا آپ کی تکذیب کرنا ہے"۔

میاں صاحب کو یہاں یہ بھی یاد نہ رہا۔ کہ خود بھی وہ ڈرتے ہوئے یہ کہہ ہی چکے ہیں کہ آنحضرت صلعم اس پیشگوئی کے اولین مصداق ہیں ایک حیثیت سے نہ سہی دوسری حیثیت سے سہی۔ مگر جب اولین مصداق ہوئے تو پیشگوئی آپ پر چسپاں تو ہو گئی۔ یہ وہی پرانا قصہ تین ایک اور ایک تین والا ہے کبھی تین ہوتے ہیں کبھی وہی ایک ہوتا ہے۔ کبھی پیشگوئی کو آنحضرتؐ پر لگانا آپ کی تکذیب ہے کبھی آپ پیشگوئی کے اولین مصداق ہیں۔ کبھی عیسیٰ مسیح خدا ہے کامل ہیں کبھی انسان کامل۔ اسی عبارت کے سلسلہ میں آگے فرماتے ہیں:۔

"کیونکہ انجیل تو صریح محمد نام سے خبر دیتی ہے۔ اور اس پیشگوئی میں کسی احمد نام رسول کی خبر دیگئی ہے تو کیا صاف ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ پیشگوئی اور ہے اور یہ اور۔ کیا اس پیشگوئی کو آپ پر چسپاں کرنیوالا قرآن کریم پر غلط بیانی کا الزام نہیں لگاتا کہ انجیل میں تو محمد کا نام لکھا تھا لیکن قرآن کریم احمد نام بتاتا ہے! ایسا شخص ذرہ غور تو کرے کہ اسکی یہ حرکت اسے کس خطرناک مقام پر کھڑا کر دیتی ہے۔ اور وہ اپنا شوق پورا کرنے کیلئے قرآن کریم اور رسول کریم کی بھی تکذیب کر دیتا ہے"۔

اب میاں صاحب کے مریدین غور کریں کہ یہ معاملہ کہاں تک پہنچا ہوا ہے۔ کسی مرید کو پوشیدہ طور پر یہ خط لکھ دینا جیسا کہ حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کو لکھ دیا گیا تھا کہ میرا اس پیشگوئی

کو چنداں وقعت نہیں دیتا۔ کوئی اسکو رسول کریم صلعم پر چسپاں کرے یا مسیح موعود پر خاص مصالح پر مبنی ہو سکتا ہے لیکن یہ اعلان عام تو صاف بتاتا ہے کہ جو شخص میاں صاحب کے ان لائل کو سُنکر اسبات پر ایمان نہیں لاتا۔ کہ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں تھا۔ اور نہ پیشگوئی مبشراً برسول آپ کے ظہور سے پوری ہوئی۔ نہ کوئی نشان اُس وقت ایسا ظاہر ہوا جو اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر صادق آتا ہو۔ اور کہ حضرت مسیح موعود ہی اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق ہیں آپ کے لئے ہی پیشگوئی تھی۔ آپکے وقت میں ہی سب نشانات پورے ہوئے وہ قرآن کریم کی تحریف کرتا ہے۔ عمداً اُسکے مفہوم کو بگاڑتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن کریم کی تکذیب کرتا ہے۔ شیوہ مومنانہ کو ترک کرتا ہے۔ اور ہٹ دھرمی کی راہ اختیار کرتا ہے۔ میرے دوستو مانا کہ میاں صاحب کا رُوئے سخن اس عاجز کی طرف ہے لیکن اگر میاں صاحب کا عقیدہ درست ہے تو یہ سب باتیں آپ پر اسیطرح صادق آتی ہیں جس طرح مجھ پر۔ قیامت کے دن کوئی شخص دوسرے کے لئے ذمہ وار نہیں بنیگا خواہ وہ اس دنیا میں کتنا ہی یقین کیوں نہ دلائے۔ کہ میں تمہارے دین و ایمان کا ذمہ وار ہوں۔ اپنے لئے آپ فکر کرو۔ اور تحقیق کرو کہ کیا یہ مذہب حضرت مسیح موعود کا تھا۔ اور اگر تھا تو عجیب مذہب تھا۔ کہ خود بھی اُس کے خلاف لکھتے رہے۔ سارے مریدین اُسکے خلاف رہے۔ حتےٰ کہ خود میاں صاحب جنہوں نے اس "حق" کو دنیا پر ظاہر کرنا تھا اُس سارے زمانہ میں بھُولے ہی رہے۔ جیسا کہ وہ خود مقر ہیں:۔

"اب یہاں سوال ہوتا ہے کہ وہ کونسا رسُول ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد آیا۔ اور اُس کا نام احمد ہے۔ میرا اپنا دعویٰ ہے۔ اور میں نے یہ دعویٰ یونہی نہیں کر دیا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں بھی اسی طرح لکھا ہے حضرت خلیفۃ المسیح اول نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مرزا صاحب احمد ہیں۔ چنانچہ اُن کے درس کے نوٹوں میں یہی چھپا ہوا ہے اور میرا ایمان ہے کہ اس آیت کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں۔ ہاں پہلے پہلے جب حضرت خلیفہ اوّل سے یہ بات میں نے سُنی تو ابتداءً اُسے قبول نہ کیا اور بہت کچھ اُسکے متعلق بحثیں ہوتی رہیں لیکن جب میں نے اس پر غور کیا تو خدا تعالےٰ نے اسکے

متعلق میرا سینہ کھولدیا۔ اور دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ عنایت فرمادیئے۔ اور میں نے اس خیال کو قبول کر لیا" (انوار خلافت صفحہ ۲۱) +

کوئی غور کرنیوالا مومن بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ میاں صاحب کے منہ کی اقبالی ڈگری ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی تک اُن کا مذہب اس موجودہ عقیدہ کے خلاف تھا۔ اور خلیفہ اول کے وقت میں انہوں نے اپنا عقیدہ تبدیل کیا۔ اب جب خود میاں صاحب کا یہ عقیدہ حضرت صاحب کی زندگی میں نہ ہو۔ بلکہ وہ بڑی بڑی بحثوں کے بعد خلیفہ اول کے وقت میں قائل ہوں (یہ اُنہوں نے عقلمندی کی ہے کہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ بحثیں کس سے ہوتی رہیں۔ کیونکہ فی الواقع حضرت مولوی صاحب مرحوم کا مذہب یہ نہ تھا) تو اور کون ایسا ذہین تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے اُن کے صریح الفاظ کے خلاف اُلٹا مطلب نکالتا۔ میں آگے چلکر دکھاؤنگا۔ کہ اصل میں یہ وہ الزام تھا جو حضرت مسیح موعود کے دشمنوں نے آپ پر لگایا۔ کہ آپ خود ہی وہ احمد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جس کی خبر مبشرا برسول میں ہے۔ اور حضرت مسیح موعود اور اکابر سلسلہ اسکا جواب دیتے رہے۔ کہ تم لوگ یہ جھوٹ الزام دیتے ہو۔ بلکہ آج کل کے تمالیوں کے اپنے قلموں سے نکلا ہوا بھی یہ جواب موجود ہے۔ کہ اصل اور حقیقی مصداق پیشگوئی کا حضرت مسیح موعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اُسمیں صرف بطور ظل شریک کرتے ہیں لیکن ہمارے احباب خدارا غور کریں کہ آج اس مذہب پر خاموش ہو رہنا جو اُسکے موجد کے صریح اور کھلے اقرار کے بموجب جسکو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے بعد معلوم ہوا کہاں تک جائز ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ ہی آپ لوگوں کے دلوں میں یہ القا کرے۔ کہ آپ حق کی حمایت میں مومنانہ شجاعت سے کام لیکر کھڑے ہو جائیں +

آمین +

مبشرا برسول پر قرآن کریم اور احادیث کی شہادت

سب سے پہلی شہادت کہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پوری ہوگئی خود قرآن کریم سے ملتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاء ھم بالبینت قالوا ھذا سحر مبین (الصف - ۶) اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل یقیناً میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اسکی تصدیق کرتا ہوا جو مجھ سے پہلے ہے توریت سے اور بشارت دیتا ہوا ایک رسول کی جو میرے بعد آئیگا اسکا اسم احمد ہے پس جب وہ اُنکے پاس کھلے دلائل لیکر آیا۔ تو اُنہوں نے کہا یہ صریح جادو ہے۔ اس آیت میں دو الگ الگ باتوں کا ذکر ہے۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ نے ایک رسول کی خوشخبری دی تھی جس کا نام احمد ہوگا دوسرے یہ کہ وہ رسول احمد نام اُنکے پاس کھلے دلائل لیکر آیا۔ تو اُنہوں نے کہا کہ سحر مبین ہے۔ اب اگر صرف یہاں پیشگوئی کا ذکر ہوتا اور اُسکے پورا ہونے کا ذکر نہ ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ یہ پیشگوئی شاید کسی اور کیلئے ہو مگر یہاں صاف دونوں باتوں کا ذکر ہے پیشگوئی کا بھی اور اُسکے پورا ہونے کا بھی۔ جاء ھم میں جو ماضی کا صیغہ ہے اس میں ضمیر اُسی احمد کی طرف جاتی ہے۔ جس کا ذکر اوپر پیشگوئی میں ہے۔ اور ماضی کا صیغہ صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ رسول آگیا۔ اُن لوگوں سے جو کہتے ہیں کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی میں صرف اسقدر دریافت کرتا ہوں کہ اگر اُسکے پورا ہوچکنے کا اور رسول احمد کے آجانے کا ذکر کرنا مقصود ہوتا تو کن الفاظ میں ہوسکتا تھا۔ کیا اُسکے لئے کوئی اور الفاظ بکار تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ واقعہ گذشتہ کو ذکر کرنے کیلئے بعینہ یہی الفاظ بکار تھے۔ اور وہی قرآن کریم نے استعمال کئے۔ میاں صاحب نے اپنی کتاب انوار خلافت کے صفحہ ۲۴ پر مسیح موعود کی اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کی دوسری دلیل یہ دی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود سے

یہی سلوک ہوا ہے۔ جب آپ نے زبردست دلائل اور فیصلہ کن براہین اپنے مخالفوں کے سامنے پیش کیے تو بہت سے لوگ چلا اُٹھے کہ باتیں تو بہت و لربا ہیں سکن ہیں جھوٹ اور بہتوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ کی تحریر میں کچھ ایسا جادو ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے"۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ان فقرات سے مرزا صاحب اس پیشگوئی کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ تو ذیل کے فقرات جن میں صریح طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق سحر مبین کا لفظ مخالفین نے استعمال کیا ہے کیوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس پیشگوئی کا مصداق ثابت نہیں کرتے۔ و اذا تتلی علیھم ایاتنا بینات .... وقال الذین کفروا للحق لما جاء ھم ان ھذا الا سحر مبین (السبا ع۴۳) جب اُن پر ہماری کھلی کھلی آیات پڑھی جاتی ہیں ۔۔۔ اور کافر کہتے ہیں۔ حق کے متعلق جب وہ اُن کے پاس آگیا۔ یہ صرف صریح جادو ہے۔ یہاں بینات کا لفظ بھی ہے۔ اور لما جاء ھم بھی ہے اور سحر مبین بھی ہے۔ ہاں میاں صاحب کو اختیار رہے کہ یہاں بھی لما جاء ھم سے سورۂ صف کے لما جاء ھم کی طرح بھی مراد لے لیں کہ جب مسیح موعود وہ حق لیکر آئیگا تو ایسا کہیں گے۔ اور اس پر قرینہ بھی ہے کہ اسی سورت میں آیت ع۱۴ میں دابۃ الارض کا لفظ بھی آجاتا ہے۔ اور گو وہ سلیمان کے ذکر میں ہے۔ مگر سلیمان بھی تو حضرت مسیح موعود کا نام الہام میں آچکا ہے ایک اور حوالہ سورہ والصّٰفّٰت کی آیت ۱۵ میں ہے۔ وقالوا ان ھذا الا سحر مبین کہتے ہیں یہ صریح جادو ہے لیکن جب ماضی کے معنے مستقبل ہو سکتے ہیں تو دُور ہے۔ کہ یہاں بھی یہ مراد نہ لیلی جائے۔ کہ مسیح موعود کے دشمن اُس کے وقت میں کہیں گے پھر سورۃ الزخرف میں آیت ع۳۰ میں ہے۔ ولما جاء ھم الحق قالوا ھذا سحر جب اُنکے پاس حق آیا تو کہا یہ سحر ہے۔ یہ بھی ماضی کے ہی صیغے ہیں۔ اور اگر لما جاءھم بالبینات میں مراد استقبال ہے تو یہاں بھی کوئی مانع نہیں۔ پھر الاحقاف آیت ع۷ میں ہے۔ و اذا تتلی علیھم ایاتنا بینٰت قال الذین کفروا للحق لما جاء ھم

ھذا سحر مبین - اور جب اُن پر ہماری کھلی کھلی آیات پڑھی جاتی ہیں - تو کافر حق کو کہتے ہیں جب اُن کے پاس آ گیا یہ سحر مبین ہے - یہاں بھی لما جاء ھم سے ہے اسلئے مجھے ڈر ہے - کہ جو تاویل لما جاءھم کی سورۃ صف کی آیت میں میاں صاحب نے کرلی ہے - وہی یہاں بھی نہ ہو جائے - کیونکہ میاں صاحب اس اعتراض کو کہ یہاں ماضی کا صیغہ ہے بالکل ناقابل وقعت سمجھتے ہیں - جیسا کہ انوار خلافت کے صفحہ ۴۴ پر اسی دلیل کے ضمن میں لکھتے ہیں +

" اِس جگہ شاید کوئی شخص یہ دلیل بھی دے - کہ یہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ لما جاءھم .... پس یہ کوئی ایسا رسول ہے جو اس آیت کے نزول سے پہلے آچکا تھا - اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں لیکن ایسا اعتراض وہی شخص کریگا جو قرآن کریم کے طرز کلام سے ناواقف ہو کیونکہ قرآن کریم میں بیسیوں جگہ پر آئندہ کی بات کو ماضی کے پیرایہ میں بیان فرمایا گیا ہے "

یہ دلیل ہے اسبات کی کہ ہم جہاں چاہیں ماضی کے معنے مستقبل کے کرلیا کریں میں نہیں سمجھتا کہ میاں صاحب کو اسقدر بھی علم نہیں - کہ جب تک کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو ماضی کو مستقبل کے معنے میں نہیں لیا جا سکتا - پس اس آیت کو بطور دلیل پیش کرنا فلما جاءھم بالبینٰت کس اصول کے مطابق ہے - یہ آیت تو دلیل تھی موعود کے آچکنے پر اور اسکو اصل معنے سے پھیرنے کیلئے کوئی وجوہات ہونی چاہئیں - نہ یہ کہ چونکہ بعض وقت ماضی مستقبل کے معنے دیدیتا ہے اسلئے یہاں ہم چاہیں تو ماضی کو مستقبل بنا سکتے ہیں - اس طرح تو بالکل امن اُٹھ جائیگا - اور ایک شخص کو یہ بھی حق ہے کہ کہدے کہ جہاں جہاں قرآن کریم میں لما جاءھم رسول یا کتب آیا ہے - وہاں آیندہ کسی رسول یا کتاب کا آنا مراد ہے یا انا ارسلنا الیکم رسولًا شاھدًا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولًا میں مثیل موسیٰ رسول کے آیندہ آنے کی خبر ہے +

دلیل نمبر چار تھی اسامر کی کہ آیت مبشرًا برسول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

حق میں نہیں آپ کے ظہور سے پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کیلئے تھی اور اب پوری ہوئی۔ اب میاں صاحب خود اور اُنکے ہمخیال غور کریں۔ کہ کیا یہ دلیل ہے۔ کہ مرزا صاحب کو بھی لوگوں نے کہا کہ اس کی باتیں دلربا ہیں۔ اور اُسکی تحریر میں کچھ جادو ہوتا ہے۔ جب خود سحر مبین کے کھلے کھلے لفظ بار بار قرآن کریم میں رسُول اللہ صلعم کیلئے موجود ہیں۔ اور کیا یہ دلیل ہے کہ چونکہ ماضی بھی بعض وقت مستقبل کے معنے میں آجاتا ہے۔ اسلئے لما جاءھم آنحضرت صلعم کے لئے نہیں جو آچکے بلکہ کسی آئندہ زمانہ میں آنیوالے کیلئے ہے غرض میاں صاحب کی دوسری دلیل سراسر مغالطہ دہ ہے یا خود اُنکو مغالطہ لگا ہے یا دوسروں کو دے رہے ہیں۔ برخلاف اسکے سحر مبین کا لفظ اور لما جاءھم دونوں آنحضرت کے رسول مبشر ہونے پر دال ہیں۔ کیونکہ سحر مبین جب آپ کے متعلق کہا گیا تو وہ علامت پوری ہو گئی اور جس رسول کے حضرت عیسیٰ کے بعد آنے سے سب سے پہلے پوری ہوئی وہی اُس کا اولین اور حقیقی مصداق ہوا۔ اور لما جاءھم نے صاف بتا دیا کہ وہ رسُول آچکا لیں وہی اسکا اولین اور حقیقی مصداق ہوا

میاں صاحب نے بیفائدہ اسبات پر ایک لمبی چوڑی بحث اٹھائی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہ تھا اور صفت احمد تھی۔ اور اس پر جو دلائل اُن کو دینے پڑے ہیں وہ اس قدر بودے ہیں کہ فاضلانہ کج بحثی کے موزلفت سے بھی ملقب نہیں ہو سکتے۔ مضمون کے صفحے اسبات پر سیاہ کر دیئے ہیں۔ اور بڑے بڑے چیلنج اور الزام دیئے جاتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہ تھا۔ بلکہ صفت احمد تھی مگر کیا فی الحقیقت اس کا کوئی تعلق پیشگوئی سے ہے قطعاً نہیں۔ قرآن کریم میں آتا ہے اسمہ احمد اُس کا اسم احمد ہو گا + میاں صاحب کہتے ہیں کہ اسم سے مُراد نام ہے صفت نہیں۔ اسلئے یہاں احمد نام رسول کی پیشگوئی ہے احمد صفت والے رسول کی پیشگوئی نہیں لیکن جب ہمارے خلاف دلیل دینے لگتے ہیں تو یوں فرماتے ہیں :-

"غیر مبایعین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہ تھا۔ مگر یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسا کہ ایک آریہ کہے کہ قرآن میں چونکہ خدا کی نسبت مکر کرنیوالا آیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا خدا مکار ہے"

چونکہ آریہ نہیں جانتے کہ مکر کا لفظ اگر اُردو میں استعمال ہو تو بُرے معنے لئے جاتے ہیں اور عربی میں بُرے معنوں میں نہیں آتا۔ اسلئے وہ اسکو قابل اعتراض سمجھتے ہیں حالانکہ عربی میں مکر کے معنے ہیں تدبیر کرنا اور چونکہ قرآن شریف عربی زبان میں ہے اسلئے مکر کے وہی معنے کرنے چاہئیں جو عربی زبان میں مستعمل ہوتے ہیں نہ کہ اُردو کے معنے یہی بات یہاں ہے۔ ان لوگوں کو یہ دھوکا لگا ہے کہ اس حدیث میں لفظ اسماء کا آیا ہے۔ اُردو میں چونکہ اسم نام کو ہی کہتے ہیں۔ اسلئے انہوں نے سمجھ لیا ہے۔ کہ رسول کریم کے یہ سب نام ہیں۔ حالانکہ عربی میں اسم بمعنے صفت بھی۔ اور اسم بمعنی نام بھی آتا ہے۔ انہیں سوچنا چاہئے تھا۔ کہ جب اسم کے دو معنے ہیں تو ان دو معنوں میں سے یہاں کونسے لگائے جائیں۔ قرآن کریم میں اسم بمعنے صفات کے آیا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ لہ الاسماء الحسنیٰ ۔۔۔۔ بلکہ قرآن کریم میں تو صفات آلہیہ کا لفظ ہی نہیں ملتا بلکہ صفات کو اسماء ہی کہا گیا ہے اور جبکہ اسم بمعنی صفت بھی استعمال ہوتا ہے۔ تو حدیث کے معنے کرنے میں ہمیں کوئی مشکل نہیں رہتی"۔ (انوار خلافت صفحہ ۲۷)

میاں صاحب خود جب کوئی دعوی کرتے ہیں تو اُن کو وہ دلائل بھول جاتے ہیں جو دوسروں کے خلاف دیتے ہیں۔ اُن کی تحریر تمام ایسے دلائل سے بھری ہوئی ہے۔ کہ ایک دلیل خود ہی دوسری کو توڑ رہی ہے۔ اسکی بہت سی مثالیں اُن کے انوار خلافت میں ملتی ہیں اُن کی دلیل کی حیثیت دکھانے کیلئے مجھے بھی ساری عبارت خود دُہرانی پڑیگی جس کا مجھے افسوس ہے۔ مگر دیکھئے کہ غیر مبائعین کی جگہ "میاں صاحب" اور استدلال حدیث کے بجائے استدلال آیت کا مفہوم دیدینے سے یہی عبارت میاں صاحب پر اُلٹ کر کس طرح پڑتی ہے۔ اور وہ آریوں والا مکر جو غیر مبائعین" کے لئے اتنی محنت سے تیار کیا تھا اُسمیں آپ ہی پھنستے ہیں۔ کیونکہ یہی خدا کا قانون ہے۔ تغیر شدہ الفاظ پر میں نے خط کھینچ دیا ہے۔ باقی تمام لفظ میاں صاحب کے ہیں:۔

میاں صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی احمد

نام والے رسول کیلئے ہے۔ مگر یہ ایسی ہی بات ہے جیسا ایک آریہ قرآن میں چونکہ خدا کی نسبت مکر کرنیوالا آیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا خدا مکار ہے چونکہ آریہ نہیں جانتے کہ مکر کا لفظ اگر اردو میں استعمال ہو تو بُرے معنے لئے جاتے ہیں۔ اور عربی میں بُرے معنوں میں نہیں آتا۔ اسلئے وہ اُسکو قابل اعتراض سمجھتے ہیں۔ حالانکہ عربی میں مکر کے معنے ہیں تدبیر کرنا۔ اور چونکہ قرآن شریف عربی زبان میں ہے۔ اسلئے مکر کے وہی معنے کرنے چاہئیں جو عربی زبان میں مستعمل ہوتے ہیں۔ نہ کہ اُردو کے معنے یہی بات یہاں ہے۔ میاں صاحب کو یہ دھوکا لگا ہے کہ اس آیت میں لفظ اسمہ کا آیا ہے۔ اردو میں چونکہ اسم نام کو ہی کہتے ہیں اسلئے اُنھوں نے سمجھ لیا ہے کہ پیشگوئی احمد نام رسول کی ہے۔ حالانکہ عربی میں اسم بمعنی صفت بھی اور اسم بمعنی نام بھی آتا ہے انہیں سوچنا چاہئیے تھا کہ جب اسم کے دو معنے ہیں تو ان دو معنوں میں سے یہاں کون سے لگائے جائیں۔ قرآن کریم میں اسم بمعنی صفات کے آیا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ لہ الاسماء الحسنیٰ .... بلکہ قرآن کریم میں تو صفات الٰہیہ کا لفظ ہی نہیں ملتا۔ سب صفات کو اسماء ہی کہا گیا ہے۔ اور جبکہ اسم بمعنی صفت بھی استعمال ہوتا ہے تو آیت کے معنے کرنے میں بھی کوئی مشکل نہیں رہتی +

غور کا مقام ہے کہ اگر میاں صاحب کو دوسروں کے خلاف دیئے ہوئے دلائل اپنے دعوے کے وقت بھی یاد رہا کریں تو کسقدر آسانی سے ایک امر طے ہو جاتا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ جس بات پر غیر مبائعین کو ملزم کر رہے ہیں۔ کہ لیس حدیث لی اسماء انا محمد و انا احمد میں اسم کے معنے نام سمجھتے ہیں۔ وہی معنے اسی مقام پر خود آپ بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا عبارت سے پہلے حدیث کے معنے کرتے ہوئے لکھتے ہیں "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میرے کئی نام ہیں میرا نام محمد ہے میرا نام احمد ہے"۔ اسی طرح جہاں اس کتاب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء والی حدیثوں کا ترجمہ کیا ہے وہاں لفظ اسم کا ترجمہ نام ہی کیا ہے حالانکہ

الزام غیر مبالعین پر دیئے جا رہے ہیں۔ اگر سیدھی بات کو قبول کر لیں کہ نام یا اسم سے مراد ماں باپ کا رکھا ہوا نام نہیں ہوتا۔ بلکہ صفاتی نام کو بھی نام ہی کہا جاتا ہے تو یہ ساری مشکلات اُن کی دُور ہو جائیں۔ لیکن جب پیشگوئی کی طرف آتے ہیں تو وہاں سب لغات اور حوالے بھول جاتے ہیں۔ خود ہی فرماتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں صفات کے لئے بھی لفظ اسم ہی استعمال ہوتا ہے۔ تو اب فرمائیے۔ کہ اگر قرآن کریم نے یہ کہا ہو کہ احمد صفت والا رسول آئیگا تو وہ اسمہ احمد کے سوائے اور الفاظ استعمال کر سکتا ہے؟ جب اسمہ احمد کے معنے آپکے نزدیک یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ اسکی صفت احمد ہے۔ اور آپ مانتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت احمد ہے۔ بلکہ اُس صفت کے اول مظہر اور اعظم مظہر وہی ہیں تو فیصلہ ہوا کہ پیشگوئی کے مصداق آپ ہی ہیں۔ قرآن کریم نے کہاں فرمایا۔ کہ اُس مبشر رسول کا ماں باپ نے احمد نام رکھا ہوگا۔ جو آپ کو خواہ مخواہ یہ مصیبت پڑی۔ کہ ثابت کریں کہ ماں باپ نے آپ کا نام احمد نہیں رکھا۔ قرآن کریم میں نہ تو نامہ احمد ہے جس پر آپ کو اسقدر گھبرا ہو رہا ہے نہ یہ کہ اسکا اسم ذات احمد ہوگا۔ نہ یہ ہے کہ ماں باپ کا رکھا ہوا نام احمد ہوگا وہاں اسمہ احمد ہے۔ اور اسم کے معنے صفت آپ خود بھی بتا چکے ہیں! ور یہ بھی قبول کر چکے ہیں۔ کہ صفت کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی اصل احمد ہیں +

اگر اور مثال کی ضرورت ہو تو مریم صدیقہ کو جو بشارت دیجاتی ہے اُسکو پڑھیئے وہاں لکھا ہے۔ ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم۔ اللہ تعالے اپنے کلام سے تمہیں ایک بیٹے کی بشارت دیتا ہے۔ اُس کا اسم مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ اب ساری تاریخ کی ورق گردانی کر جاؤ کہ آیا ماں باپ نے کبھی حضرت عیسیٰ کا نام مسیح رکھا تھا۔ یا مسیح کا دعوے آپ نے خود نبوت پانے پر کیا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اُس کا اسم یا نام (جس ترجمہ کی صحت سے آپ انکار نہیں کر سکتے) مسیح ہوگا۔ اور یہ بھی تو صفاتی نام تھا۔ اور ماں باپ نے نہیں رکھا۔ بلکہ جس طرح آپکے نزدیک احمد نام اللہ تعالے نے بعد میں

رکھدیا۔ جب آپ میں صفات احمدیت کا ظہور ہوا۔ اسیطرح مسیح نام بھی اللہ تعالےٰ نے پیچھے رکھا جب آپ میں صفات مسیحیت کا ظہور ہوا +

میاں صاحب نے خواہ مخواہ صفحوں کے صفحے سیاہ کر دیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ماں باپ نے احمد نہ رکھا تھا۔ اتنا بھی سوچا کہ آیا لغت کے رُو سے اسم کے معنے ماں باپ کا رکھا ہوا نام بالخصوص آتے بھی ہیں۔ کس لغت کی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ اسم وہ ہے جو ماں باپ نے رکھا ہو۔ اگر کسی دُنیا کی لغت میں یہ تشریح موجود نہیں تو ایک بات فرض کر کے اُس پر ورقوں کے ورق سیاہ کر دینے کا کیا فائدہ۔ اسمہ احمد کا مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسلئے نہیں ہو سکتے۔ کہ آپکے ماں باپ نے آپ کا نام احمد نہیں رکھا۔ مگر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ جب تک ماں باپ نے ایک نام نہ رکھا ہو اُس وقت تک لفظ اسم صادق نہیں آتا۔ نہ سہی اتنا ہی دکھا دیں کہ کسی لغت میں اسم کے معنے خصوصیت سے یہ بھی دیئے ہوں کہ ماں باپ کے رکھے ہوئے نام کو اسم کہتے ہیں لغت تو اسم کے معنے صرف اسقدر کرتی ہے۔ کہ ما یعرف بہ الشیئ جس سے ایک شے پہچانی جاسکے۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے میاں صاحب کو بھی انکار نہیں کہ احمد سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پہچانے جاسکتے ہیں کیونکہ یہ انکو مسلم ہے کہ خدا نے بھی آپ کا نام احمد رکھا۔ اور صفات کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے احمد ہیں میاں صاحب کے اس کمال علمی سے سالگذشتہ کے جلسہ سالانہ کا واقعہ یاد آگیا۔ کہ حضرت مسیح موعود کے دعوے پر ایک شخص نے یہ اعتراض کیا تھا۔ کہ حدیث میں ابن مریم کا لفظ ہے لیکن مرزا صاحب کے ماں باپ نے آپ کا نام ابن مریم نہیں رکھا۔ میں میاں صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ اس کا وہ کیا جواب دیں گے۔ جب وہ اسمہٗ احمد کا مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اسلئے نہیں سمجھتے کہ ماں باپ نے آپ کا نام احمد نہیں رکھا +

تھوڑا اور زیادہ غور کریں تو میاں صاحب کی اس کج بحثی کی حقیقت اور بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ مسیح نے جب پیشگوئی کی تھی تو کیا اس سے مراد یہ تھی کہ ایک ایسا رسول آئیگا جس کا نام ماں باپ نے احمد رکھا ہو۔ یا اسکو بھی چھوڑو کیا مسیح نے لفظ احمد ہی بولا تھا؟ اس پر میاں صاحب نے جو خامہ فرسائی کی ہے

اُسی کو ہم لیتے ہیں :-

"حضرت مسیح موعود کے احمد ہونے کا دسواں ثبوت یہ ہے کہ انجیل میں لفظ احمد نہیں آتا۔ پس گو ایک صورت تو یہ ہے کہ انجیل سے یہ لفظ تحریف کے زمانہ میں مٹ گیا لیکن ایک دوسری صورت اور بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ احمد کا لفظ عربی زبان میں مسیح کی کسی پیشگوئی کا ترجمہ ہے۔ اور یہ بات ہم کو قرآن کریم سے صاف طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ مختلف زبانوں میں جو خبریں دی گئی ہیں اُن کو عربی زبان کے لباس میں ہی قرآن کریم بیان کرتا ہے۔ .... پس جبکہ دوبارہ لوٹنے کو احمد کہتے ہیں۔ تو حضرت مسیح کے اس قول کو کہ میں دوبارہ دُنیا میں آؤنگا عربی زبان میں استعارۃً یُوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ اُنہوں نے ایک رسُول کی خبر دی جس کی صفت یہ ہوگی کہ وہ دوبارہ دُنیا میں آیا ہوگا" (انوار خلافت صفحہ ۳۸) اب اگر میاں صاحب کی پیش کردہ صُورت کو لیں یعنی یہ کہ مسیح نے لفظ احمد بولا تھا۔ مگر انجیل میں وہ لفظ نہیں ہا تو کیا یہ قرین قیاس ہے کہ مسیح نے اپنی دوبارہ آمد کا ذکر کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ میں پھر آؤں گا یہ لفظ کہے ہوں مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد یا کبھی وہ نبی کا یا "فارقلیط" کا یا "کونے کے پتھر" کا ذکر کرتے ہوئے یہ لفظ کہے ہوں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ لفظ کہ میں تمہیں ایک رسُول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا جس کا نام احمد ہے۔ اپنی دوبارہ آمد کے ذکر کے نقیض ہیں۔ پس اگر حضرت مسیح نے لفظ احمد استعمال کیا ہوگا۔ تو وہ "فارقلیط" یا "کونے کا پتھر" یا "وہ نبی" متعلق ہی استعمال کیا ہوگا اسلئے یہ توجیہ میاں صاحب کو کام نہیں دے سکتی تھی۔ اس لئے اُنہوں نے اس کا ذکر کرکے اُسے ترک کر دیا۔ اور دوسری توجیہ کو اپنے مفید مطلب بنانے کی کوشش کی ہے۔

میاں صاحب کی اس توجیہ کی بنا ایک عربی ضرب المثل العود احمد ہے۔ جس کے معنے ہیں کہ کسی کام کو دوبارہ کرنا احمد ہوتا ہے۔ چنانچہ گو میاں صاحب نے دوبارہ لوٹنے کے لفظ استعمال کرکے اصل مفہوم کو چھپانا چاہا ہے۔ مگر وہ مفہوم خود اُنکی عبارت سے نکل آتا ہے۔ اور وہ العود احمد کا محاورہ ہے جس کے معنے ہیں کہ

دوبارہ لوٹنا احمد ہوتا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کسی کام کے کرنے کی طرف دوبارہ توجہ کرے تو وہ اُسے پہلے کی نسبت اچھا کرتا ہے" (انوار خلافت صفحہ ۳۸) اور بعض آگے چلکر نتیجہ نکالتے ہیں

"دوسرے اس ایک ہی لفظ میں یہ بھی بتا دیا کہ مسیح کی یہ دوسری بعثت اسکی پہلی بعثت سے بہتر اور عمدہ ہوگی" (انوار خلافت صفحہ ۳۹) جو کچھ نتیجہ یہاں میاں صاحب نے نکالا ہے۔ اگر اُسکو درست مانا جائے تو مرزا صاحب کا مرتبہ آنحضرت صلعم سے بھی بڑھ کر ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہاں صاف اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے وجود میں آنحضرت صلعم کی بعثت ثانی ہے۔ اور بعثت ثانی کو العود احمد نے بعثت اول سے بہتر اور عمدہ بنا دیا پس جو نتیجہ میاں صاحب نے مسیح کی بعثت ثانی سے نکالا ہے یعنی پہلے مسیح پر فضیلت دی ہے"۔ وہی نتیجہ اس ضرب المثل کی بنا پر آنحضرت صلعم کی بعثت ثانی سے بھی نکلیگا۔ یہ العود احمد کا جس کے سامنے قرآن وحدیث ہیچ ہوگئے پہلا کرشمہ ہے +

لیکن ایک اور مشکل یہ ہے کہ انسانوں کیلئے العود احمد اسلئے کہا جاتا تھا کہ وہ جب دوبارہ کسی کام کو کرتے ہیں۔ تو پہلے کام کے نقص دُور ہو جاتے ہیں اور میاں صاحب مُصر ہیں کہ خدا تعالے نے بھی العود احمد کو ہی مدنظر رکھ کر مسیح کو دوبارہ بھیجا ہے۔ نئے مسیح کا نام بھی اس ضرب المثل سے ہی نکلتا ہے۔ تو اس صورت میں ماننا پڑیگا۔ کہ جس طرح انسان کی ناتجربہ کاری سے پہلی دفعہ ایک کام کے کرنے میں کچھ نقص باقی رہجاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک اللہ تعالے کے بھی پہلی دفعہ مسیح کے بنانے میں کچھ نقص باقی رہگئے تھے اسلئے دوسرے مسیح کا آنا احمد ہوگیا۔ کیونکہ وہ نقص جو پہلے ناتجربہ کاری سے رہگئے تھے وہ نکل گئے۔ یہ العود احمد کا مصداق اللہ تعالے کو قرار دینے کا دوسرا کرشمہ ہے +

تیسری بات یہ ہے کہ جب کہ دوبارہ لوٹنے کو احمد کہتے ہیں" اور اسی لحاظ سے اسمہ احمد کے معنے یہ ہوئے کہ کوئی رسُول دوبارہ لوٹ کر آیا ہوگا۔ اور اس

خیال کو عربی زبان میں استعارۃً احمد کے نام سے بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ تو حضرت یحییٰ احمد اول ہوئے۔ کیونکہ جس طرح مسیح کا دوبارہ آنا ہے بعینہ اسی طرح الیاس کا دوبارہ آنا تھا۔ تو اگر اسی محاورہ میں دوبارہ لوٹ کر آنے والے کا نام احمد ہوتا تو ذکریا کو اس بشارت کی بجائے کہ اسمہ یحییٰ اسمہ احمد کی بشارت ملنی چاہئے تھی۔ سو ایک تو خود قرآن کریم نے العود احمد کے خلاف کردیا۔ دوسرے اولین احمد یحییٰ ہو گئے۔ لیجئے ہم میاں صاحب کو ایک نکتہ بتاتے ہیں۔ جو اُن کو اس تخریب عقائد اسلامی میں بڑا کام دیگا۔ کہ من بعدی کا لفظ جس نے آج تک میاں صاحب اور اُن کے مریدین کو مصیبت ڈال رکھی ہے حتٰے کہ ایک معنے اُسکے یہ بھی کرنے پڑے۔ کہ میرے بعد کے رسول ہیں سے یعنی اس کا غلام ہوگا۔ اسلئے استعمال کیا گیا کہ ایک احمد حضرت عیسیٰ کے ساتھ موجود تھے یعنے العود احمد کی بنا پر احمد اول تو یحییٰ تھے۔ اور وہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ موجود تھے اسلئے حضرت عیسیٰ کو من بعدی کہنا پڑا۔ کہ ایک احمد میرے بعد بھی آئیگا۔ یہ نکتہ میاں صاحب کے مُنہ سے نکلتا تو بہتیرے سبحان اللہ کے نعرے بلند ہوتے۔ لیکن چونکہ میں نے لکھ دیا ہے اسلئے اسکی قدر کہاں ہوگی۔ بہر حال یہ تیسرا کرشمہ العود احمد کو بنائے دین ٹھیرانے کا ہے۔ کہ صفات کے لحاظ سے سب سے پہلے احمد حضرت یحییٰ ہوئے۔ اور صفات کے لحاظ سے دوسرے احمد حضرت مرزا صاحب ہوئے +

لیکن سب سے بڑی دقت یہ آپڑتی ہے کہ میاں صاحب کی ساری بنائی ہوئی عمارت اس العود احمد نے گرادی۔ اور جو کچھ اس سے اُن کے ہاتھ میں آیا وہ ایک سرا سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس نے تو فیصلہ کردیا کہ حضرت مسیح کی پیشگوئی میں لفظ احمد نہ تھا۔ نہ اُس کا ہم معنی کوئی اور لفظ تھا۔ بلکہ حضرت مسیح کی پیشگوئی تو صرف اسقدر تھی کہ میں دوبارہ آؤنگا۔ اور قرآن کریم نے اُس کا ترجمہ عربی زبان میں یوں کردیا۔ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یہ مدعا میاں صاحب کے اُن الفاظ سے ثابت ہے جو میں اوپر نقل کرچکا ہوں۔ اُن کے ایک حصہ کی طرف پھر توجہ دلاتا ہوں "پس جبکہ دوبارہ لوٹنے کو احمد کہتے ہیں تو حضرت مسیح کے اس قول کو کہ میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا

عربی زبان میں استعارۃً یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ایک رسول کی خبر دی جس کی صفت یہ ہوگی کہ وہ دنیا میں دوبارہ آیا ہوگا"۔ اب یہ سوال تو الگ رہا کہ کیا قرآن کریم نے "میں دوبارہ آؤنگا" کے مفہوم کو ان الفاظ میں ٹھیک طور پر ادا کیا ہے "کہ میں تم کو ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا اس کا نام احمد ہوگا" علاوہ ازیں کوئی شخص جس کو قرآن کریم کی عزت کا پاس ہے قرآن کریم کو ایسا بے جا کلام نہیں خیال کر سکتا۔ کہ حضرت مسیح کے "میں دوبارہ آؤنگا" کے بجائے یہ کہدے کہ میرے بعد ایک اور رسول آئیگا اُس کا نام احمد ہوگا لیکن یہاں میاں صاحب نے یہ صاف تسلیم کر لیا ہے کہ اسمہ احمد کے معنے ہیں کہ "اُسکی صفت یہ ہوگی۔ کہ وہ دوبارہ دُنیا میں آیا ہوگا"۔ اور یوں فیصلہ کردیا کہ پیشگوئی صفت کے لحاظ سے ہے نہ نام کے لحاظ سے اور حضرت مسیح موعود پر بھی بلحاظ صفت ہی صادق آتی ہے "کہ وہ صفت تبدیل ہو گئی یعنی احمد کے معنے سب سے بڑھ کر حمد کرنیوالا یا سب سے بڑھ کر حمد کیا گیا نہیں بلکہ دوبارہ آنیوالا ہیں اب میاں صاحب کی ساری عمارت کا انحصار تو اس پر تھا کہ پیشگوئی بلحاظ صفت نہیں بلکہ نام کے لحاظ سے اگر صفت کے لحاظ سے ہو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے مصداق ہو سکتے ہیں جیسا کہ صفحہ ۲۰ انوار خلافت پر صاف درج ہے۔ "ان آیات میں احمد کا اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف صفت احمدیت کی وجہ سے اس کے مصداق ہیں۔ ورنہ جس احمد نام کے انسان کے متعلق خبر ہے وہ حضرت مسیح موعود ہی ہیں"۔ اور وہی عمارت اب اس اعتراض سے گر گئی کہ پیشگوئی بلحاظ صفت کے ہے۔ اور احمد کے معنے دوبارہ آنیوالا ہے۔ یوں احمد نام نہ رہا۔ کیونکہ ناموں کا ترجمہ نہیں کیا جاتا۔ ہاں صفات کا ترجمہ کیا جاتا ہے" (انوار خلافت صفحہ ۲۶)

غرض میاں صاحب کی ساری بحث کوہ کندن کا نتیجہ کاہ برآوردن بھی نہ ہوا بلکہ آخر پھر پھرا کر یہی تسلیم کرنا پڑا کہ احمد بطور صفت یہاں استعمال ہوا ہے۔ ہاں میاں صاحب کے نزدیک احمد کے معنے سب سے بڑا احمد کرنیوالا نہیں بلکہ دوبارہ آنیوالا ہیں یہ بہت اچھا۔ مگر دوبارہ آنیوالے کی صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تو نہ تھی۔ کیونکہ آپ کسی

رسُول کی دوبارہ آمد نہیں ۔ اور مسیح موعود کی وہ ممتاز صفت جو اُسکو احمد نام کا مصداق ٹھہراتی ہے وہ دوبارہ آنا ہے ۔ دوسری طرف میاں صاحب القول الفصل میں ہمیں بتا چکے ہیں کہ اگر ایک صفت کی نفی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کیجائے تو ساتھ ہی اُسکی نفی حضرت مسیح موعود سے ہو جائیگی کیونکہ جو چیز چشمہ میں نہیں وہ گلاس میں کہاں سے آسکتی ہے (صفحہ ۲۶) اب یہ گورکھ دھندہ ہی نہیں ۔ بلکہ خاصی بھُول بھُلیاں ہیں جنکسی تحریر کا سر ہے نہ پیر ۔ ایک طرف تو جس صفت کی نفی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہو اسکی نفی حضرت مسیح موعود سے ہو جاتی ہے ۔ دوسری طرف دوبارہ آنے کی صفت جس کے لحاظ سے مسیح موعود کا نام احمد رکھا گیا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ہرے سے نادارد ہے ۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ دوبارہ آنا کوئی صفت نہیں تو میاں صاحب اس کو بھی تسلیم نہیں کرتے ۔ کیونکہ وہ صاف لکھتے ہیں کہ اُسکی صفت یہ ہوگی کہ وہ دوبارہ دُنیا میں آیا ہوگا" اس گورکھ دھندے کے پیچ کو خود میاں صاحب ہی کھولیں تو کھولیں عقل انسانی یہاں عاجز ہے ۔ پھر یہ بھی حل طلب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اب سب سے بڑے احمد نہ رہے جیسا کہ بارہا میاں صاحب نے یقین دلایا تھا ۔ العود احمد کی صفت سے تو وہ بالکل معرا ہیں اس لحاظ سے مسیح سب سے بڑے احمد ہو گئے ۔ کیونکہ دوبارہ آنے کی صفت اول اُنہیں میں ظہور پذیر ہوئی تھی ۔ پس اس دوبارہ آنیوالے احمد رسُول سوائے عیسیٰ محمد رسُول اللہ صلعم کی مہر بیکار نہیں ۔ بلکہ مسیح کی مہر بیکار ہے جس کی صفت دوبارہ آمد کو بطور ظل حضرت مرزا صاحب نے اپنے اندر لیلیا +

میاں صاحب کی تحریرات پر جسقدر زیادہ غور کرتے چلے جائیں عجیب عجیب گورکھ دھندے بنتے چلے جاتے ہیں ۔ مگر میں اب اس حصہ کو ختم کرتا ہوں ۔ اور میاں صاحب کے باقی دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ۔ یہاں تک جو دلائل تھے وہ تو اس پیشگوئی سے تعلق رکھتے تھے ۔ یعنی مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ۔ میاں صاحب کی دلیل اول یعنی یہ کہ اُس کا نام احمد ہونا چاہئیے صفت احمد نہ ہونی چاہئیے ۔ اور آخر میں ثابت یہ کیا کہ اُسکی صفت احمد ہے ۔ گو وہ ایسی صفت ہے جو محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

میں نہیں اور نہ آپ نے مسیح موعود نے اخذ کی۔ دوسری دلیل فلما جاءھم بالبینٰت
قالوا ھذا سحر مبین ہے۔ اس کا بھی جواب ہو چکا ہے۔ اس کے بعد میاں صاحب نے
ساری سورہ صف کی ہر ایک آیت کو اس پیشگوئی کی علامت بنا دیا ہے یہ نرالی منطق
ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ کس طرح وہ آیات جو اس کے بعد آتی ہیں وہ اس احمد رسول کے
نشانات بن گئیں۔ بھلا پہلی آیات کیوں ان نشانات میں نہیں اور پچھلی ہیں نشانات
سے مراد تو صرف وہ امور ہو سکتے ہیں۔ جن کا ذکر پیشگوئی کے اندر ہو۔ جیسے مبشرا
برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ پس نشانات تو وہ کہلائیں گے جن کا
ذکر یا تو اُن الفاظ میں موجود ہے یا جن کا ذکر اُس اصل پیشگوئی میں ہو جس کی طرف
اُن الفاظ میں اشارہ ہے۔ اور اس آیت کے بعد جن واقعات کا ذکر ہے۔ وہ تو
صرف یہ ہے۔ کہ وہ رسول آیا تو کفار نے اُس کے ساتھ کیا کیا سو اس کا ذکر فلما
جاءھم بالبینٰت قالوا ھذا سحر مبین میں ہے۔ اب باقی ساری سورت
کو پیشگوئی کے نشانات ٹھیرانا تفسیر بالرائے ہے۔ ورنہ کوئی تعلق باہم ان
دونوں باتوں کا نہیں۔ کیا جس سورت میں کوئی پیشگوئی آجایا کرے وہ ساری سورت
اس پیشگوئی کے نشانات میں سے ہوا کرتی ہے۔ لیکن بہر حال ان پر ایک سرسری
نگاہ ڈال لینا ضروری ہے۔

میاں صاحب کی تیسری دلیل احمد کی تعیین پر الفاظ ومن اظلم ممن
افتری علی اللہ الکذب وھو یدعیٰ الی الاسلام پر مبنی ہے۔ استدلال یہ ہے
کہ رسول اللہ علیہ وسلم کا ذکر یہاں یدعیٰ الی الاسلام میں نہیں کیونکہ آپ صلعم تو
داعی الی الاسلام تھے لیکن حضرت مرزا صاحب یدعیٰ الی الاسلام تھے کیونکہ
آپ کے "مخالف مولوی آپ کو اسلام کی طرف بلاتے تھے"۔ یہ انوکھی دلیل مرزا صاحب
کی تعیین تو بہر حال نہیں کرتی۔ ان معنوں کی رُو سے ہر شخص جو اس امت کے اندر ہو ان الفاظ
کا مصداق ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ دعویٰ الہام کرے۔ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی
شاہ ولی اللہ۔ سید احمد بریلوی سب ان الفاظ کے مصداق ہو سکتے ہیں۔ اور اگر کہو

کہ اُنہوں نے دعوے نہیں کیا تو یہ دعوے حضرت مرزا صاحب نے بھی کبھی نہیں کیا ۔ اور نہ کبھی یہ انوکھی دلیل آپ کو سُوجھی ۔ میاں صاحب نے سیدھے معنے کو بگاڑنے کی بڑی کوشش کی ہے ۔ حالانکہ سیدھی بات تھی اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم داعی الی الاسلام تھے تو وہ آخر کسی کو اسلام کی طرف بلاتے ہی ہونگے وہ مدعو ہوگیا ۔ اس کے ساتھ صرف مزید تقیّد ہے کہ وہ اللہ پر کذب بھی افترا کرتا ہے ۔ تو کیا رسُول اللہ علیہ وسلم جن لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے ۔ اُن میں کوئی افترا علے اللہ کرنیوالا نہ تھا ۔ کیا عرب کے کاہن جو کُفّار کے دینی سرگروہ تھے افترا علے اللہ نہ کرتے تھے ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہلاکت کی پیشگوئیاں کرتے تھے ۔ اور اُن کو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دین اسلام کی طرف نہ بُلاتے تھے ۔ اگر ان کی انہی پیشگوئیوں کے متعلق جو اُن کی مُنہ کی پھونکیں تھیں نہ کچھ اور آگے یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم کہدیا تو اسمیں کونسی دقت نظر آتی ہے ؟ پھر کیا اُسوقت ہی عیسائی قوم موجود نہ تھی جن کو حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ میں تمہیں ساری باتیں نہیں سکھا سکتا ۔ بلکہ وہ رُوح حق تم کو ساری باتیں سکھائیگا ۔ پھر جب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے اُن کو اسلام کی طرف بُلایا تو کیا وہ یدعی الی الاسلام میں داخل نہیں ؟ اور کیا وہ افترا علے اللہ نہ کرتے تھے کہ کہتے تھے کہ ہم کو خدا نے تعلیم دی ہے کہ مسیح کو خدا مانو اور اسکے خون کو گناہوں کا کفارہ مانو اس سے بڑھ کر اور کیا افترا علے اللہ ہوسکتا تھا ۔ وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا ما لھم بہٖ من علم ولا لاٰبائھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا (الکہف ع ۱) اور یہ رسول اُن لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں" اللہ نے بیٹا بنا لیا اُن کو اس کا کوئی علم نہیں ۔ اُن کے بڑوں کو بھی نہ تھا ۔ بڑی بات ہے جو اُنکے مُنہ سے نکلتی ہے بڑا جھوٹ کہتے ہیں ۔ کیا یہ آیت قرآنی نہیں ۔ پھر کیا اسی افترا کے متعلق نہیں فرمایا ۔ تکاد السمٰوات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولدا ۔ اور کیا قرآن میں نہیں الا انھم من افکھم لیقولون ولد اللہ ۔ اور جہاں حضرت مسیح

اس عقیدہ کی تعلیم کی تربیت کرائی ہے۔ ما قلت لھم الا ما امرتنی به کیا وہاں نہیں بتایا کہ یہ افترا کر رہے ہیں پھر کیا مشرکین عرب جو دعوٰی الاسلام نہ تھے اور کیا وہ خدا تعالےٰ کے شریک ٹھیرانے میں اللہ پر افترا نہیں کر رہے تھے۔ ومن یشرک باللہ فقد افتریٰ اثما عظیما۔ جو کوئی اللہ کے شریک ٹھیراتا ہے وہ گناہ عظیم افترا کرتا ہے۔ اور مشرکین کے کس قدر افترا قرآن میں بیان ہوئے ہیں الانعام آیت ۱۳۸ میں فرمایا۔ وکذالک زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم شرکاؤھم .... فذرھم وما یفترون۔ اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے اُن کے شریکوں نے اولاد کا قتل کرنا اچھا کر دکھایا ہے سو چھوڑ دے اُن کو اور جو وہ افترا کرتے ہیں۔ اس سے اگلی آیت میں فرمایا۔ وانعام لا یذکرون اسم اللہ علیھا افتراء علیہ بعض چارپایوں پر اللہ کا نام نہیں لیتے اس پر افترا کرتے ہوئے۔ ایک آیت چھوڑ کر آگے فرمایا۔ وحرموا ما رزقھم اللہ افتراء علی اللہ۔ جو اللہ نے اُنکو رزق دیا اُسے اللہ پر افترا کرکے حرام کر دیا۔ پھر آیت ۱۴۵ میں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ بعض جانوروں کو یہ لوگ بعض صورتوں میں حلال ٹھیرا لیتے ہیں بعض میں حرام فرمایا۔ ام کنتم شھداء اذ وصکم اللہ بھذا فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم۔ یا تم اُس وقت موجود تھے جب اللہ نے تم کو یہ حکم دیا۔ پس کون اس سے بڑا ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹا افترا کرتا ہے۔ تا کہ لوگوں کو علم کے بغیر گمراہ کرے؟

یہ کس قدر غلط خیال ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالف افترا علے اللہ نہ کرتے تھے ہم نے تو تین گروہ دکھائے ہیں جو اللہ پر افترا کرتے تھے۔ کاہن جو محمد رسول اللہ صلعم کی ہلاکت کی پیشگوئیاں کرتے۔ عیسائی جن کو یہ پیشگوئی مسیح نے بتائی تھی۔ عرب کے مشرک لیکن عیسائی صاحب نے اس مصیبت کو اپنے گلے میں ڈال کر کیا فائدہ اُٹھایا یہی کہ مدعی الاسلام میں الاسلام وہ مذہب رہا جس کی طرف مسیح موعود کو آپ کے مخالف بلاتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے بھی اُسے الاسلام

کہتا ہے۔ تو مرزا صاحب پر تو یہ ڈگری ہے۔ کہ واقعی وہ اسلام سے باہر تھے۔ اسلئے میاں صاحب کو وھو یدعیٰ الی الاسلام کے معنے یوں کرنے پڑے۔ "تو کیا وجہ ہے کہ باوجود اسکے کہ اسلام کے ہوتے ہوئے یہ ایسی شرارت کرتا ہے خدا تعالےٰ اسے ہلاک نہیں کرتا" (انوار خلافت صفحہ ۴۴) بہر حال جب تین قومیں موجود ہیں جو اسلام کیطرف بلائی جاتی ہیں۔ اور وہ تینوں افترا علے اللہ کرتی ہیں۔ تو اگر یہ کوئی نشان ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں پورا ہو گیا۔

چوتھی دلیل میاں صاحب کی یہ ہے کہ اس سے اگلی آیت میں ہے۔ یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم۔ لکھتے ہیں "اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کے اول مصداق نہیں ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں بتایا ہے کہ اس وقت کے لوگ اُسکے سلسلہ کو مونہوں سے مٹانا چاہینگے لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے حالات ہمیں بتا رہے ہیں۔ کہ آپکے سلسلہ کو منہ سے نہیں بلکہ تلوار سے مٹانے کی کوشش کی گئی"۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ سورۂ توبہ میں بھی جہاں آتا ہے۔ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم۔ وہاں بھی اسی سلسلہ کا ذکر مراد سمجھا جائیگا۔ اس کا جواب یہ ہوگا۔ کہ وہاں بھی مسیح کا ذکر ہے۔ اسلئے وہ آیت بھی اسی سلسلہ کی طرف ہی اشارہ کرتی ہے۔ یہ دلیل آگے چلکر میاں صاحب نے دی ہے۔ گویا جہاں مسیح کی پیشگوئی کا ذکر ہو رہا ہے وہاں بھی مسیح موعود کا ذکر ہوتا ہے جہاں مسیح کے خدا بنائے جانے کا ذکر ہو وہاں بھی مسیح موعود کا ہی ذکر ہوتا ہے۔ تو پھر یوں سمجھنا چاہیئے کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں مسیح کا ذکر ہے وہاں مسیح موعود کا ہی ذکر ہے۔ سورۂ آل عمران مسیح کے ذکر سے بھری پڑی ہے۔ سورۂ مائدہ بھی۔ ان سب آیات کو اب اسی سلسلہ پر لگانا چاہیئے۔ ایسا ہی سورہ مریم کو اور دیگر سورتوں کو جہاں کہ مسیح کا ذکر آجائے۔ اور جن لوگوں کے متعلق وہاں ذکر ہے کہ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم وہ اللہ کے نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ اُنہیں کے ساتھ قتال کا حکم بھی موجود ہے۔ دیکھو اسی

سورت کی آیت ۲۹ قاتلوا الذین لا یومنون الخ کو تو اگر مقصود اسی سلسلہ کا ذکر ہے۔ تو پھر میاں صاحب کو حکم قتال بھی دیدینا چاہیئے۔ ایک سیدھی بات پر اس قسم کی طبع آزمائی قرآن کے ساتھ کھیل ہے۔ فرقان حمید دین اسلام کو ہی اللہ کا نور کہتا ہے۔ دیکھو سورۃ نور مثل نورہ کمشکوٰۃ اور التغابن فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا (آیت) یعنے اللہ پر ایمان لاؤ اور رسول پر اور اُس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔ اس مناسبت سے اسکے خلاف کوششوں کا ذکر مونہوں کی پھونکوں کے الفاظ سے ہی ہوسکتا تھا۔ کیا میاں صاحب کے نزدیک یوں چاہیئے تھا۔ کہ یریدون ان یقتلوا نور اللہ باسیافھم۔ وہ اللہ کے نور کو اپنی تلواروں سے قتل کرنا چاہتے ہیں علاوہ ازیں اللہ تعالےٰ نے ان کوششوں کو حقیر اور ذلیل بھی ٹھیرایا ہے۔ کہ وہ منہ کی پھونکوں سے کچھ بڑھ کر نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آفتاب نیر بنا کر بھیجا۔ اور یہی شمس سب سے بڑا نور ہے مگر یہ آفتاب کو منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں پس اگر یہ کوئی نشان ہے تو سب سے پہلے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے +

پانچویں دلیل۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون دیگئی ہے اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ گو قرآن کریم سے ہمیں یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر شریعت کامل کردیگئی۔ مگر اتمام نور آپ کے وقت میں معلوم نہیں ہوتا بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح موعود کے وقت میں ہوگا" (انوار خلافت صفحہ ۴۶) مگر افسوس ہے کہ اس قدر جرأت کا کلمہ منہ سے نکالنے کے باوجود ایک بھی حدیث نقل نہ کی جسمیں یہ لکھا ہو کہ اتمام نور مسیح موعود کے وقت میں ہوگا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں نہیں ہوا۔ اگر پیش کی ہے تو یہ حدیث کہ وہ امت کس طرح گمراہ ہوسکتی ہے۔ کہ جس کے ابتدا میں میں اور آخر میں مسیح ہے۔ اسمیں کہاں لکھا ہے کہ اتمام نور میرے وقت میں نہیں ہوا مسیح کے وقت میں ہوگا۔ قرآن کریم کو بار بار نور کہا گیا ہے۔ جس کا حامل اُسے ہی دیا گیا ہے۔ اسی کا اتمام اللہ تعالےٰ نے فرمانا تھا۔ یہ کہنا کہ اتمام نور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں نہیں ہوا سخت جرأت ہے۔ گویا اُس وقت کچھ تاریکی باقی رہ گئی

تھی۔ اس سے بڑھ کر گستاخی کیا ہوسکتی ہے اگر کہو کیونکہ اسلام کی تائید میں جو دلائل کہ قرآن کریم اور احادیث میں دئے گئے تھے وہ ایک مخفی خزانہ کی طرح تھے۔ اور باوجود موجود ہونے کے لوگ اُن سے غافل تھے"۔ اسلئے اتمام نور نہیں ہؤا۔ تو یہ بھی عجیب ہے۔ کیا رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غافل تھے یا دنیا غافل تھی؟ اگر کہو دُنیا غافل تھی تو دُنیا اب بھی بہتیری غافل ہے۔ کیا اب ساری دنیا واقف ہوگئی ہے۔ آپ کے بہتیرے مرید غافل ہوں گے۔ اور اگر دوسرا پہلو لو اور کہو کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ سمجھے صحابہ کو علم نہ تھا۔ تو کم از کم جو کچھ خدماتِ اسلام اُن مقدس بزرگوں نے آپ کے نزدیک "بے علمی" کی حالت میں کیں اُن کا ابھی لاکھواں حصہ آپ نے کرکے نہیں دکھایا۔ گھر بیٹھے دعوے کر لینا اور بات ہے۔ باقی رہے قرآن کریم کے مخفی خزانے۔ کیا اب مسیح موعود کے آنے سے اُن پر مُہر لگ گئی ہے۔ ابھی کل مسیح موعودؑ رخصت ہوتے ہیں۔ آج آپ پر بہتیری باتیں نئی کُھلتی ہیں۔ یہانتک کہ آپ نئے نئے عقیدے ایجاد کرتے ہیں۔ اور اگر کہو کہ چونکہ میں مسیح موعود کا خلیفہ ہوں۔ اسلئے جو کچھ مجھ پر کُھلا وہ مسیح موعود کے وقت کا ہی اتمام نور سمجھا جائیگا تو شاید ابھی آپ کو اس سے انکار نہیں ہؤا۔ کہ مسیح موعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے جو کچھ اُن پر کُھلا وہ آنحضرت صلعم کے وقت کا اتمام نور ہوگیا۔ دیکھئے قرآن کریم کا کھلنا اتمام نور نہیں۔ اس کے مخفی خزانے ہمیشہ ہی کھلتے رہینگے۔ اگر اس قرآن کی ایک آیت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل نہ ہوتی تو اتمام نور نہ ہؤا ہوتا۔ اتمام نور صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے وابستہ ہے اور بس بعد میں جو کچھ ہوتا ہے اُسے تکمیل اشاعت کہو یا جو کچھ چاہو نام رکھو وہ سب تائید دین ہے۔ تائید کا مطلب نہیں ہوتا کہ دین ناقص تھا اُس کا اتمام ہؤا۔ بلکہ کامل دین کی بھی تائید بکار ہے۔

چھٹی دلیل ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق ہے اس پر آپ لکھتے

ہیں کہ اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے حق میں ہے مگر یہ نہ بتایا کہ کس مفسر نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے حق میں ہے مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے وہ تو صرف یہ ہے کہ بڑا غلبہ دین اسلام کا مسیح موعود کے ذریعہ سے ہوگا۔ اور یہ کہنا کہ یہ آیت مسیح موعود کے حق میں ہے۔ اسکے صاف معنے یہ ہیں کہ جس رسول کا ہدایت اور دین حق دیکر بھیجے جانے کا ذکر ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مسیح موعود ہے۔ اگر ایک بھی قول آپ کسی مفسر کا نہ دکھا سکیں تو شرم کا مقام ہے کہیں یونہی کہدیا جاتا ہے احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ حدیث ایک نہیں بتائی جاتی کہ بعض مفسرین کی طرف ایک بات منسوب کیجاتی ہے پھر ابھی ایک اور دعویٰ ہے۔ "کہ یہ آیت قرآن کریم میں تین جگہ آتی ہے۔ اور تینوں جگہ مسیح کا ساتھ ذکر ہے۔ اور تینوں جگہ مسیح کا ساتھ ذکر ہونا دلالت کرتا ہے کہ مسیح کے ساتھ اس آیت کا کوئی خاص تعلق ہے۔ اور وہ یہی ہو سکتا ہے کہ اس آیت کا مضمون مسیح کی بعثت ثانیہ کے وقت پورا ہونا تھا" (انوار خلافت صفحہ ۴۷) کاش آپ اُن مقامات کو پڑھ کر یہ بات کہی ہوتی۔ سورہ فتح میں ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا ۵ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترٰھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذٰلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل۔

خدا وند وہ خدا ہے۔ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ (یعنی اللہ تعالےٰ) اُس کو کل دینوں پر غالب کرے۔ اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل میں سخت آپس کے اندر ایک دوسرے پر رحم کرنیوالے تو انکو دیکھیگا رکوع کرتے ہوئے سجدے کرتے ہوئے اللہ کا فضل چاہتے ہیں۔ اُن کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے

یہ اُن کی مثال ہے توریت میں اور اُن کی مثال انجیل میں۔ اب عثمانی صاحب کا یہ
کمال ہے کہ۔ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہاں انجیل کا ذکر آگیا ہے اور انجیل اسرائیلی
حضرت مسیح پر نازل ہُوئی تھی۔ اور حضرت مسیح کے ایک مثیل اس امت میں آنیوالے
ہیں اسلئے یہ آیت حضرت مسیح موعود کے حق میں ہے"۔ مگر آیت کے ساتھ ہی جو محمد رسول اللہ
کے الفاظ تصریح کے ساتھ کر رہے ہیں کہ وہ رسُول جس کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت اور
دین حق دے کر بھیجا ہے وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں وہ تو قابل توجہ ہی
نہیں۔ مگر چونکہ کہیں چار پانچ سطروں کے بعد انجیل کا لفظ بھی آگیا ہے اسلئے
تمام تصریحات کو چھوڑ کر ہم اس "نکتہ" کو بنائے ایمان ٹھیرائینگے۔ کہ انجیل تو
نازل ہوئی تھی حضرت مسیح پر اور مسیح کا مثیل اس اُمت میں آنا ہے اسلئے ہو نہ ہو
یہاں رسُول سے مُراد وہی مثیل مسیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر تصریحات کی بجائے
اس قسم کی لچر تاویلیں ہی پسند ہیں تو انجیل سے پہلے توریت کا لفظ بھی موجود ہے
اور توریت نازل ہوئی تھی حضرت موسیٰ پر اور حضرت موسیٰ کے مثیل محمد رسُول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو جس دلیل سے مسیح موعود وہ رسُول بنتا ہے اُسی سے
بدرجہ اولےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی بن سکتے ہیں۔ کیونکہ پھر بھی توریت
کا ذکر انجیل پر مُقدّم ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ
اب یُوں ہنسی ہونے لگی کہ جہاں انجیل کا ذکر آجائے۔ جہاں مسیح کا ذکر آجائے
اور غالبًا جہاں نصارےٰ کا ذکر آجائے۔ وہ آیات ہی نہیں بلکہ وہ سورتیں ہی
مسیح موعود کیلئے ہیں۔ کیا اللہ تعالےٰ نے الھدیٰ اور وہ بھی کامل ہدایت الٰہیہ
دیکر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں بھیجا۔ کیا آپ کو دین الحق دے کر
نہیں بھیجا جو ہم کو یہ کہنے کی ضرورت پیش آئے۔ کہ ھو الذی ارسل رسولہ
بالھدیٰ ودین الحق سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مُراد نہیں بلکہ
کوئی اور رسول مُراد ہے۔ جو بعد میں آنیوالا ہے۔ اور شاید میاں صاحب تو تحقیقی
طور پر بھی مانتے ہونگے کہ حضرت مرزا صاحب الھدیٰ اور دین الحق لے کر آئے۔

گویا قرآن کریم میں تکمیل ہدایت نہیں ہوئی! اور اگر کہو کہ اشاعت کی تکمیل نہیں ہوئی تو یہ لغو ایسا کام ہی نہیں کہ جس کی کبھی ایسی تکمیل ہو جائے۔ کہ اسکے بعد اشاعت کی ضرورت نہ رہے۔ بیشک اس میں حضرت مسیح موعود کا خاص حصہ ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس کو مفسرین نے لکھا ہے۔ مگر اظہار علی الدین کرنے والا تو اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اُس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا کامل اظہار ملک عرب میں کرایا۔ کہ سارے عرب کو مسلمان کر دیا۔ اس کے بعد آپکے خلفاء اور جانشین اور آپ پر ایمان لانیوالے اس کام کو تا قیامت کرتے رہینگے۔ مسیح موعود کے زمانہ کا بالخصوص اسلئے بھی ذکر ہے کہ درمیان میں بعض رکاوٹیں پیش آگئیں اور لوگ اس طرف سے غافل ہوگئے۔ اور دوسرے اسلئے کہ اس زمانہ میں ہر قسم کی سہولتیں اشاعت کیلئے میسر آگئیں +

ساتویں دلیل کمال ذہانت پر دال ہے۔ آیت ھل ادلکم علی تجارۃ نقل کر کے فرماتے ہیں۔ "وہ آنیوالا رسول لوگوں کو کہیگا کہ اے لوگو تم جو دُنیا کی تجارت کی طرف جھکے ہوئے ہو کیا میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں جس کی وجہ سے تم عذاب الیم سے بچ جاؤ۔ یہ آیت بتاتی ہے۔ کہ اُس زمانہ میں تجارت کا بہت زور ہوگا" گویا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہ نہیں کہا۔ کہ یا یھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم مگر مرزا صاحب نے کہا۔ دونوں باتیں کسقدر وزنی ہیں! اور پھر یہ استدلال کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ اُس زمانہ میں تجارت کا بہت زور ہوگا کسقدر داد دینے کے قابل ہے۔ اور اُس پر یہ الفاظ کہ "چنانچہ یہی وہ زمانہ ہے۔ جس میں دنیا کی تجارت کی اس قدر کثرت ہے کہ پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوئی" اور اس پر یہ مزید دلیل کہ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ میں بعیت لی کہ کہو میں دُنیا کو دین پر مقدم کر دونگا" یہ سلسلہ استدلال کی تمام کڑیاں کیسی سخت فولاد کی بنی ہوئی ہیں اور کیسے پُر حکمت استدلال ہیں کہ بموجب قول ایک عیسائی کے جس نے کہا تھا کہ الوہیت مسیح کا مسئلہ

ایسا باریک ہے کہ موٹا ایشیائی دماغ اسکو سمجھ نہیں سکتا ہمیں یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ باتیں بھی انسانی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ صرف ایک بات کا انتظام میاں صاحب کو کر لینا چاہیئے کہ اب آئیندہ دُنیا کی تجارت بڑھنے نہ پائے کیونکہ اگر بڑھ گئی تو کل کو ایک شخص نور احمد اُٹھ کر یہ نہ کہہ دے کہ وہ احمد رسُول نوین ہے کیونکہ احمد کے ساتھ ان آیات میں نور بھی آیا ہے اور میرے زمانہ میں تجارت اس قدر بڑھی ہے۔ کہ اسقدر تجارت پہلے دُنیا میں کبھی نہیں ہوئی۔ اور کچھ مزید نکتے اسی قسم کے ان آیات کے متعلق بھی بیان کر دیئے جائیں تو بہت موزوں ہو کہ کیا وہ سب آیات جنمیں تجارت کا ذکر آجاتا ہے اسی زمانہ مسیح موعود کے متعلق ہی ہیں۔ کیونکہ اب تجارت پہلے سے زیادہ جو ہوئی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ تو اُن کے مخاطب نہ تھے۔ یا اُن کا ذکر تو ان آیات میں تھا مثلاً یایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ اے ایمان والو اپنے مال آپس کے اندر باطل طور پر مت کھاؤ۔ ہاں آپس کی رضامندی سے تجارت بیشک کرو۔ واذا راؤ تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا۔ جب تجارت یا کھیل دیکھتے ہیں تو اس طرف اُٹھ دوڑتے ہیں۔ اور سُورہ نور میں جہاں فرمایا ہے کہ یہ نور کہاں ملتا ہے۔ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ اُن گھروں میں جن کے متعلق اللہ تعالے نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کئے جائیں اور اُن کے اندر اُس کے نام کا ذکر کیا جائے۔ اُن کے اندر وہ لوگ صبح اور شام اُسکی تسبیح کرتے ہیں۔ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی یہ بھی میاں صاحب کے نزدیک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نہیں ہو سکتے بلکہ شاید اُسی کوا و پریٹو سٹور کے ممبر ہونگے جس کو آپ غیر احمدیوں کو بائیکاٹ کر کے جاری کیا گیا ہے اسیطرح سُورہ فاطر میں ان الذین یتلون کتب اللہ و

اقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنٰھم سرا وعلانیۃ یرجون تجارۃ لن تبور میں بھی چونکہ تجارت کا لفظ آگیا ہے۔ اسلئے سوائے مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں کے اور کوئی جماعت اسکے اندر شامل نہیں ہوسکتی +

لیکن جب ھل ادلکم علیٰ تجارۃ کا کہنے والا صرف مسیح موعود ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو ہیں نہیں۔ اور وہ تجارت یہ بتائی تومنون باللہ ورسولہ تم اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ تو سوائے اسکے چارہ نہیں کہ یہاں اللہ کے ساتھ جس رسول پر ایمان لانے کا ذکر ہے وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ ہوئے بلکہ حضرت مرزا صاحب ہوئے۔ پس جب اللہ کے ساتھ جس رسول واحد کا ذکر ہے۔ وہ مرزا صاحب ہیں تو اب نئے کلمہ کے بنانے میں کیا تامّل ہے۔ اللہ کے ساتھ اس زمانہ میں جس رسول پر ایمان لانا ضروری ہے۔ وہ احمد رسول یعنی باعتقاد میاں صاحب مرزا صاحب ہیں۔ اور وہی رسول ہیں جو الھدیٰ اور دین الحق بھی حقیقی طور پر لیکر آئے ہیں۔ بلکہ جہاں جہاں قرآن کریم میں ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق کا ذکر ہے۔ اس سے مراد مرزا صاحب ہی ہیں اور تومنون باللہ ورسولہ میں اب صرف یہی ہیں تو محمد رسول اللہ کے کلمہ کی ضرورت نعوذ باللہ من ذلک اب یہ آیت قرآنی باقی نہیں چھوڑتی۔ نہ ہی اذان میں اب اشھد ان محمدا رسول اللہ کہنا چاہئے کیونکہ جب وہ نیا رسول پکار پکار کہہ رہا ہے۔ کہ جو تجارت اب عذاب الیم سے بچا سکتی ہے وہ اللہ کے ساتھ مجھ پر ایمان لانا ہے۔ تو اب لغو طور پر دُنیا میں محمد رسول اللہ کے اعلان کی کیا ضرورت ہے؟ یہی وہ مقام ہے جس پر میاں صاحب کے غالی مرید پہنچکر رہینگے +

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ اس سُورت کے اخیر میں فرمایا۔ یا یھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ۔ اسلئے ارشاد ہوتا ہے "لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز نہ تھی کہ اے لوگو انصار بن جاؤ بلکہ آپکے وقت میں مہاجرین انصار دو گروہ تھے" ۔ اگر رسول کریم کا زمانہ مراد ہوتا تو انصار سے پہلے ہجرت کا ذکر ہوتا اور یہ لکھا ہوتا۔ کہ مہاجرین و انصار میں شامل ہو جاؤ" (انوار خلافت صفحہ ۹۴ و ۹۵)

جہاں یہ دلائل سمجھے جاتے ہوں وہاں حقیقی جواب تو خاموشی ہی ہے۔ لیکن چونکہ ایک فتنہ دین کے اندر پیدا ہو رہا ہے۔ اسلئے کہنا پڑتا ہے۔ میاں صاحب کے نزدیک مہاجرین کو نصرت دین کیلئے نہ کہا جاتا تھا نہ وہ نصرت کرتے تھے وہ تو گویا صرف ہجرت کر کے روٹیاں کھانے کیلئے جمع ہوئے ہوئے تھے۔ اور لنگر خانہ سے روٹی کھا کر بیٹھ رہا کرتے تھے۔ وہ انصار اللہ کیوں ہوئے۔ وہ دین کی نصرت کا کوئی کام کرتے تھے۔ نہ اپنے مال دین کی راہ میں لگاتے تھے نہ جنگیں کرتے تھے نہ تبلیغ دین کرتے تھے مگر تعجب ہے کہ حالانکہ بقیہ آیت میاں صاحب نے نقل کی ہے۔ کما قال عیسی بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ مگر اتنا غور نہ کیا کہ یہ حواری جن کو حضرت عیسی نے فرمایا تھا کہ تم میرے انصار بنجاؤ۔ یہ بھی تو غریب وطن چھوڑ کر ہی ساتھ ہوئے تھے پھر اس قاعدے کے مطابق کہ جہاں نصرت اور ہجرت دونوں کا ذکر ہو وہاں مخاطب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہوسکتے ہیں۔ اور جہاں صرف نصرت کا ذکر ہو وہاں مراد مسیح موعود ہونگے۔ سورہ حج میں جنگ کا اذن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیلئے نہیں تھا۔ بلکہ مسیح موعود کے صحابہ کیلئے تھا۔ کیونکہ وہاں فرماتا ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے نہ رکوا دیتا تو صوامع اور گرجے اور عبادتخانے اور مساجد جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔ اور اللہ ضرور اسکی مدد کریگا۔ جو اسکی نصرت کرتا ہے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ جو اسکی راہ میں ہجرت کرتا ہے اور نصرت کرتا ہے۔ اس لئے اس سے مراد صرف مسیح موعود ہی ہوسکتا ہے۔ ایسا ہی اس آیت میں الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل .... فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون۔ (الاعراف - ۱۵۷) وہ لوگ جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے

پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اُسکی تائید کی اور اُسکی نصرت کی اور اُس نور کی پیروی کی جو اُسکے ساتھ اُتارا گیا + اب یہاں صرف اُس رسول کی نصرت کا ذکر ہے۔ اور ہجرت کا ذکر قطعاً نہیں۔ اگر تو نصرۃ کے ساتھ ھاجروا معہ بھی ہو تا تو میانصاحب کی دلیل کی رُو سے اس سے مُراد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ ہو سکتے تھے۔ لیکن چونکہ ہجرت کا یہاں ذکر نہیں تو یہ کسی ایسے زمانہ کا ذکر ہے۔ جب ہجرت نہ ہوگی۔ پس یہ رسول نبی امّی مسیح موعود ہوئے۔ اور یہ گروہ اُن کے پیروؤں کا ہُوا۔ اور اس بات سے کچھ شُبہ وارد نہیں ہوسکتا۔ کہ یہاں اُمّی کا لفظ ہے۔ کیونکہ میانصاحب کے غالی مرید یہ بھی ثابت کرنیکو تیار ہیں کہ حضرت صاحب بھی اُمّی تھے +

اس کے بعد دو اور دلائل میاں صاحب نے اس سے اگلی سُورت سے جا کر دیئے ہیں لیکن اُن کا مقام دوسرا ہے۔ اور جو کچھ دلائل ناظرین میاں صاحب کے یہاں تک مطالعہ کر چکے ہیں۔ اُن کے لئے شاید مزید ضرورت بھی نہیں۔ یہ وہ ذرات خاکستر ہیں جن کا نام قرآنی دلائل رکھکر اس پر یہ عمارت بنائی جاہی ہے۔ کہ "احمد رسول" مرزا صاحب ہیں۔ نہ محمد رسول اللہ صلعم نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات +

افسوس کہ جو کچھ اصل نشانات پیشگوئی میں مذکور تھے۔ اُن کی طرف میانصاحب نے توجہ تک بھی نہ کی۔ جب غلط راہ کو انسان اختیار کرے۔ تو بہتیرے قیمتی خزانے اُسکی نظر سے مخفی رہ جاتے ہیں۔ قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے۔ کہ ایک ایک لفظ میں بعض وقت توریت انجیل سے عظیم الشان واقعات کی طرف اشارہ کر دیتا ہے۔ اور بابوں کے باب ایک لفظ کے اندر رکھ دیتا ہے۔ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم۔ یہ تو قطعاً اور کھولکر نہیں بتایا کہ وہ کون تھے لیکن ذکر ایسے الفاظ میں کر دیا۔ کہ ایک بڑا مشہور واقعہ ہے۔ الم تر۔ کیا تو نہیں جانتا۔ اور فی الحقیقت ایک ہی لفظ خرجوا میں بتا بھی دیا ہے۔ خروج کا واقعہ ساری دنیا کو معلوم ہے۔ پس ایک لفظ خرجوا اختیار کر کے ساری تفصیلات سے مستغنی کر دیا۔ یہ کمال قرآن کی بات بات میں نظر آتا

ہے ۔ اور فی الواقع یہی کمال اس ایک مختصر سے جملہ مبشرا برسول یاتی من بعدی
اسمہ احمد میں دکھایا ہے ۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے اس پیشگوئی
کی تفصیلات کو چھوڑ دیا ہے ۔ اور صرف ایک بات کہہ کر آگے چلا گیا ہے لیکن
فی الحقیقت یہاں اس ساری پیشگوئی کا نہایت ہی لطیف خلاصہ دیدیا ہے
جو فارقلیط کے نام سے انجیل میں آتی ہے ۔ اور جس سے انجیل یوحنا کے قریباً
دو باب بھرے پڑے ہیں ۔ یہاں قرآن کریم نے چار لفظوں میں اس کا خلاصہ
کر دیا ہے ۔ اول مبشرا ۔ یعنی اس کو محض پیشگوئی نہیں کہا بلکہ بشارت
کہا ہے ۔ دوسرا لفظ رسول ہے ۔ تیسرا من بعدی ۔ چوتھا اسمہ احمد

پہلے ہم لفظ مبشرا کو لیتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کیوں اُسے
خوشخبری ٹھیراتے ہیں ۔ کسی رسول کے آنے کی خبر اسکی محض پیشگوئی کہلاتی
ہے ۔ مگر یہاں قرآن کریم نے لفظ بشارت اختیار فرمایا ہے ۔ قرآن کریم میں
بار بار اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں سب
رسول کرتے چلے آئے ہیں ۔ چنانچہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین
میں بھی اسکو کھول کر بیان فرمایا ۔ کہ سب نبی یہ خبر اپنی امتوں کو دیتے چلے آئے
ہیں ۔ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم پھر تمہارے پاس وہ عظیم الشان
رسول آئے ۔ جو اس سب کی تصدیق کرے ۔ جو تمہارے پاس ہے ۔ اور کہیں فرمایا
وانہ لفی زبر الاولین ۔ پہلوں کی کتابوں میں محمد رسول اللہ کے آنے کی پیشگوئی
موجود ہے ۔ اور کہیں فرمایا ۔ ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ سابقہ صحیفوں
میں اسکی پیشگوئی موجود ہے ۔ پھر یہ بھی فرمایا ۔ مکتوباً عندھم فی التوراۃ
والانجیل ۔ تورات میں بھی اسکی پیشگوئیاں موجود ہیں انجیل میں بھی ۔ مگر یہاں
لفظ بشارت اختیار فرمایا ۔ اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جس قدر رسول خبر دیتے
چلے آئے وہ تو ابھی درحقیقت انتظار کرنے کو ہی کہتے چلے آئے تھے لیکن حضرت
مسیح اب آکر خوشخبری دیتے ہیں کہ جس کا انتظار سب نبی کراتے آئے تھے وہ رسول

اب آتا ہے +

دوسری وجہ لفظ بشارت اختیار کرنے کی یہ ہے کہ تا اس فارقلیط والی پیشگوئی کی طرف اشارہ ہو۔ فارقلیط والی پیشگوئی پر جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو اسمیں بہت سی باتیں ایسی پاتے ہیں۔ کہ جو بشارت کا رنگ رکھتی ہیں۔ جب حضرت مسیح لوگوں کو خبر دیتے ہیں۔ کہ "میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں" یعنے تم سے الگ ہوتا ہوں تو چونکہ یہ خبر غم سید آنیوالی تھی۔ اسلئے ساتھ ہی اسکے بطور خوشخبری یہ سناتے ہیں اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشیگا۔ کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے"۔ پھر فرماتے ہیں "میں تمہیں یتیم نہ چھوڑونگا" سو اول تو اس کا نام تسلی دینے والا رکھا ہے۔ اسلئے اسکے متعلق بشارت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ دوسرے فرمایا۔ کہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگا۔ یعنی جب کبھی کوئی نبی آیا۔ تو ایک وقت ایسا بھی آیا۔ کہ پھر اُس کی جگہ دوسرے نبی کا بھیجنا ضروری ہوا۔ اور یہ ہمیشہ ایک غم کا موجب ہوتا ہے۔ پس چونکہ مسیح نے کہا تھا کہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگا اسلئے لفظ بشارت استعمال فرمایا۔ پھر اسی کے متعلق کہتے ہیں۔ "وہی تمہیں سب چیزیں سکھلاویگا" یہ بھی ایک بشارت ہے۔ کہ جو کچھ تعلیم اس وقت تک دنیا کو نہیں ملی وہ اسکے ذریعے سے ملیگی بلکہ ایک جگہ صاف فرماتے ہیں "اگر تم مجھے پیار کرتے تو تم میرے اس کہنے سے کہ میں باپ پاس جاتا ہوں خوش ہوتے"۔ یہاں گویا فارقلیط کے آنے کو ہی خوشخبری کہا ہے۔ یہ یوحنا کے چودھویں باب میں ہے سولھویں باب میں اور بھی ان امور کی تفصیل کی ہے۔ اور اس پیشگوئی کے ساتھ بار بار بشارت دی ہے "بلکہ اسلئے کہ میں نے یہ باتیں تم سے کہیں تمہارا دل غم سے بھر گیا۔ لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں۔ کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس

نہ آویگا"۔ پھر فرماتے ہیں "میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ تم روؤگے اور نالہ کروگے پر دنیا خوش ہوگی۔ اور تم غمگین ہوگے لیکن تمہارا غم خوشی ہو جائیگا جب عورت جننے لگتی ہے۔ تو غمگین ہوتی ہے۔ اسلئے کہ اسکی گھڑی آ پہنچی۔ لیکن جب لڑکا جنی تو اس خوشی سے کہ دنیا میں ایک آدمی پیدا ہوا اس درد کو یاد نہیں کرتی۔ پس تم اب غمگین ہو۔ پر میں تمہیں پھر دیکھونگا اور تمہارا دل خوش ہوگا۔ اور تمہاری خوشی کوئی تم سے چھین نہ سکیگا"۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ ان تمام باتوں کا خلاصہ ایک لفظ مُبشّر میں کر دیا ہے +

اب اگر ایک طرف قرآن کریم میں لفظ مبشر آیا ہے تو دوسری طرف فارقلیط کی پیشگوئی میں بار بار بشارت کا لفظ پایا جاتا ہے۔ اور اسکو بیان ہی ایسے رنگ میں کیا ہے کہ ایک بڑی عظیم الشان خوشی کی خبر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی میں بجائے بشارت کے یہ بتایا ہے کہ اسوقت سخت زلزلے آئیں گے۔ اور مری پڑیگی اور قحط ہونگے۔ اور قومیں قوموں پر چڑھائی کرینگی سب مصیبت کے نقشے کھینچے ہیں۔ اسلئے مُبشّر کا لفظ صاف بتاتا ہے۔ کہ قرآن کریم فارقلیط والی پیشگوئی کی طرف اشارہ کر رہا ہے نہ مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی کی طرف +

دوسرا لفظ رسول ہے اسکو اختیار کرکے بھی دو باتوں کا فیصلہ کر دیا ہے ایک یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے پر چسپاں نہیں ہوسکتی۔ دوسرے یہ کہ اس لفظ میں بھی فارقلیط والی پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے۔ امر اول اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر رسالت اور نبوت ختم ہے۔ اور آپ کی رسالت کا تو صاف اقرار لیا گیا تھا۔ جیسا کہ اخذ میثاق والی آیت سے صاف ظاہر ہے۔ جہاں فرمایا۔ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لیکن آپ کے بعد کسی رسول کے آنے کا اقرار انبیاء سے نہیں لیا گیا نہ قرآن کریم میں کہیں ذکر ہے کہ کسی نبی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

بعد بھی کسی رسُول کے آنے کی خبر دی ہے! ورِ رسول ہیں درحقیقت اسکی اسی عظمت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ دوسرے یہاں لفظ رسول اختیار کرکے بتا دیا کہ اسکے سپرد کوئی عظیم الشان کام رسالت کا ہے۔ اور رسالت کے کام کا ذکر فارقلیط والی پیشگوئی میں صفائی سے موجود ہے۔ کہ اسکے سپرد ان پیغاموں کا پہنچانا کیا گیا ہے جو اب تک دُنیا میں نہیں پہنچائے گئے۔ اسلئے کہ ابھی انسان اس قابل نہ تھا کہ اس اعلےٰ تعلیم پر قائم ہو سکتا۔ "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنے رُوح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچّائی کی راہ بتاویگی"۔ اب رسول کا کام بھی رسالت کا لانا یا کچھ سچائی کی راہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے لانا ہے۔ پس قرآن کریم نے فقط رسول اختیار کرکے یہ بتا دیا ہے کہ کوئی عظیم الشان کام رسالت کا یعنی بڑی سچائیوں کا پہنچانا جن کی دُنیا میں پہلے برداشت نہیں تھی اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ لیکن جہاں مسیح کے دوبارہ آنے کا ذکر کیا ہے وہاں کسی رسالت یا سچائی کے پہنچانے کا ذکر نہیں۔ پس قرآن کریم نے لفظ رسُول اختیار کرکے پھر فارقلیط والی پیشگوئی کی طرف اشارہ کر دیا ہے +

تیسری صفت اس رسول کی یہ بیان فرمائی یاتی من بعدی۔ وہ میرے بعد آئیگا۔ اب اگر بعد آنے سے یہ مراد ہے کہ قیامت تک کبھی آجائے تو پھر تو اس لفظ سے تعیین کوئی نہ ہوئی۔ بلکہ ایک بےمعنی بات نعوذ باللہ قرآن نے کہدی کیونکہ پیشگوئی تو ہمیشہ ہی بعد کیلئے ہے۔ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ میرے بعد آئیگا۔ مبشرا برسول وسمہ احمد کافی تھا۔ اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ مسیح کے بعد ہی آخر آئے گا جو پہلے آچکا ہو یا اس کے وقت میں موجود ہو اسکی خبر تو مسیح علیہ السلام دے نہیں رہے۔ پس اگر یاتی من بعدی لے کوئی تعیین نہیں کی تو یہ جملہ بےمعنی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی پُر حکمت کلام میں بے ضرورت فقرہ کا آنا سخت قابل اعتراض امر ہے۔ پس یہ یقینی امر ہے۔ کہ اس میں کوئی تعیین

کی گئی ہے۔ اور وہ تعیین اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ بلا فصل مسیح کے بعد آئے یعنی مسیح کے بعد اس کے آنے سے پہلے کوئی اور رسول نہ آیا ہو۔ ادھر ہم دنیا کی تاریخ کو دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح کے بعد دنیا کے کسی ملک میں کوئی نبی نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے۔ یہ تو ایک بات تھی جس سے پیشگوئی کی اور قرآن کریم کی عظمت نظر آتی ہے۔ اور اُسکی تعیین ہو جاتی ہے لیکن اگر جیسا کہ میاں صاحب کہتے ہیں من بعدی سے یہ مراد تھی کہ قیامت تک کبھی آ جائے تو یہ الفاظ بے معنی تھے۔ اور ان کا قرآن کریم کے اندر داخل کرنا اللہ تعالےٰ کا پُر حکمت فعل نہیں ہو سکتا۔ حضرت موسیٰ نے بھی ایک اپنے مثل نبی کے آنے کی پیشگوئی کی تھی لیکن آپ نے کیوں نہ فرمایا۔ کہ میرے بعد وہ نبی آئیگا۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح کے ان اقوال کی طرف اشارہ بھی باقی من بعدی میں ہے۔ جو فارقلیط والی پیشگوئی میں پائے جاتے ہیں کہ میرا جانا ضروری ہے۔ تاکہ وہ آئے۔ اور جب تک میں نہ جاؤں وہ آ نہیں سکتا

چوتھی صفت اس کی بتائی اسمہ احمد۔ احمد کے معنے ہیں سب سے بڑھ کر تعریف کرنیوالا۔ میاں صاحب نے بھی اس کو جیسا کہ میں اُوپر نقل کر چکا ہوں صفت تسلیم کیا ہے مگر اس کے معنے کئے ہیں دوبارہ آنیوالا۔ اور اسکے ثبوت میں العود احمد پیش کیا ہے یعنی ایک کام کو دوبارہ کرنا یا اس کی طرف دوبارہ لوٹ کر آنا احمد ہوتا ہے۔ مگر میاں صاحب نے یہاں صفت کا مفہوم سمجھنے میں خطرناک غلطی کھائی ہے۔ العود احمد کا مفہوم کسی عقلمند کے نزدیک یہ نہیں کہ عوداً اور احمد ہم معنے لفظ ہیں۔ چہ جائیکہ ایک چھلانگ اور لگا کر اس کے معنے یہ کئے جائیں کہ احمد کے معنے لوٹ کر آنیوالا یا دوبارہ آنیوالا ہیں۔ جیسا کہ میاں صاحب انوار خلافت صفحہ ۳۸ پر فرماتے ہیں:-

"پس جبکہ دوبارہ لوٹنے کو احمد کہتے ہیں" اور آگے لکھتے ہیں کہ احمد کے لفظ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ انہوں نے ایک رسول کی خبر دی جس کی صفت یہ ہوگی کہ

وہ دوبارہ دُنیا میں آیا ہوگا"۔ مگر العود احمد سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عود کے
معنے احمد ہیں۔ اور یہ تو بہت دُور کی بات تھی کہ احمد کے معنے عود فرض کر لئے جاتے
اسی ضرب المثل کی تشریح میں مجمع الامثال میں ہے "یعنی ان الابتداء محمود
والعود احق بان یحمد منہ" یعنی ابتداء محمود ہے اور عود اس سے بھی زیادہ
حمد کا حقدار ہے۔ اب جس طرح پر العود احمد ہے اسی کے بالمقابل الابتداء محمود ہے
تو کیا جس طرح احمد کے معنے عود کئے جاتے ہیں اسیطرح محمود کے معنے ابتدا ہونگے*
اسی طرح پر بیسیوں مثالیں دیجا سکتی ہیں۔ الحرب سجال۔ لڑائی ڈول ہیں یعنی
ڈولوں کی طرح باری ہوتی ہے۔ کبھی ایک فریق جیتتا ہے کبھی دوسرا۔ اب
اس محاورہ کو لے کر میاں صاحب یوں معنے کرنے لگیں کہ جہاں سجال کا لفظ
آجائے اُسکے معنے وہاں حرب کے لیں تو یہ فہم کا قصور ہوگا۔ اسیطرح ایک ضرب المثل
ہے حسن الظن ورطۃ اسکو لیکر ورطہ کے معنے حسن ظن سمجھ لئے
جائیں۔ تو یہ حسن ظن ورطہ کا مصداق ہی ہوگا۔ الحرب مایمۃ حالانکہ
مایمہ کے معنے حرب نہیں نہ حرب کے معنے مایمہ ہیں۔ الحرکۃ برکۃ
حالانکہ نہ حرکت سے مراد برکت ہے نہ برکت کے معنے حرکت ہیں۔ میاں صاحب نے اتنا

---

* جو بات میاں صاحب کے مفید مطلب ہو ہم اسے تجمل سے چھپانے کی ضرورت نہیں سمجھتے جس طرح
العود احمد کی مثال کی بنا پر حضرت مسیح موعود اصلی اور حقیقی احمد بن گئے۔ اور رسول اللہ صلعم
کے احمد ہونے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ اسیطرح الابتداء محمود کی بنا پر اس سلسلہ کی ابتدا
میاں محمود صاحب سے قرار دیجا سکتی ہے اور حضرت کے الہام بیدہ منک کی یہ تشریح ہو سکتی ہے کہ
سلسلہ اس شخص سے شروع ہوگا جو تجھ میں سے ہے یعنی تیرا بیٹا ہے۔ الابتداء محمود کے سامنے
سب تاویلیں جائز ہیں جس طرح العود احمد کے سامنے قرآن حدیث کی بھی تاویل جائز ہے۔ اور کان اللہ
نزل من السماء بھی الابتداء محمود کی خود تائید کر رہا ہے پس ثابت ہوا کہ اس سلسلہ کی ابتداء میاں محمود
نے کی ہے اور کم از کم حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم کی خلافت کا کانٹا نکلکر میاں صاحب خلیفہ بلا فصل
اور نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کے مصداق ہوگئے علیعرش یادگار رہے ہیں۔ اور انبیاء بنی اسرائیل کی فرضی

نحو نہیں کیا کہ العود احمد میں نہ عود کے معنے بتائے ہیں نہ احمد کے یہ کوئی لغت کسی شخص نے بیان نہیں کی۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ اس ضرب المثل کا موجد ایک عورت پر عاشق تھا۔ اس نے اسکے ماں باپ سے نکاح کی درخواست کی۔ انہوں نے نامنظور کیا وہ چلا گیا مدت بعد واپس آیا۔ اسی گھر کے سامنے سے عاشقانہ شعر پڑھتا ہوا گذرا عورت نے یہ شعر سُنے اور وہ اسکی طرف مائل ہو گئی۔ ادھر اس نے اس شخص کو پیغام بھیجا کہ تم دوبارہ درخواست کرو۔ ادھر ماں کو راضی کر لیا۔ کہ مال و دولت کی پروا نہیں۔ وہ شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ ماں باپ نے بھی منظور کر لیا۔ تو اس نے اس وقت یہ جُملہ بولا کہ العود احمد و المرئۃ ترشد۔ نہ وہ عود کے معنے بیان کر رہا تھا نہ احمد کے لیکن میاں صاحب اور ان کے مریدین اسمہ احمد کے معنے دوبارہ آنیوالا کرتے ہیں یہ خطرناک ٹھوکر کھائی کہ یہ سمجھ لیا۔ کہ یہ شخص احمد کے معنے عود کرتا ہے۔ بھلا اگر یہ شخص اس عورت پر عاشق نہ ہوا ہوتا۔ اور پہلی دفعہ اس کا پیغام رد کیا جا کر دوسری دفعہ قبول نہ ہوا ہوتا تو نہ یہ ضرب المثل بنتی نہ اسمہ احمد کے معنے عیسےٰ کی دوبارہ آمد بنتے۔ نہ یہ میاں صاحب کا عقیدہ بنتا عیسائیوں نے تو ایک تاریخی مشتبہ امر پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھی تھی ہمارے میاں صاحب نے ایک ضرب المثل پر بنیاد رکھی ہے۔ مگر ایسی مخدوش بنیاد پر اور وہ بھی اسکے معنے بالکل اصل مفہوم کے خلاف کر کے ایک عقیدہ کتنے دن قائم رہیگا۔ اہل علم اس حرکت پر ہنسینگے +

اب ہم اسمہ احمد کی حقیقت کو لیتے ہیں۔ احمد کے معنے سب سے بڑھ کر حمد کرنیوالا ہیں۔ دوبارہ لوٹ کر آنیوالا ہرگز نہیں۔ ان معنوں کے لینے میں میاں صاحب نے اپنی تردید خود ہی کر دی ہے۔ جیسا کہ اوپر میں بتا چکا ہوں۔ کہ ایک طرف تو کہتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی تمام خوبیاں نبی کریم کا عکس ہیں۔ اگر آپ میں کوئی صفت نہ ہو تو مرزا صاحب میں بھی نہیں ہو سکتی۔ دوسری طرف احمد سے مطلب عود کرنے کی صفت لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس صفت سے جو مرزا صاحب میں پائی جاتی ہے

ہماری قرار دیدیا۔ لغت میں احمد کے معنے گو محمد بھی آئے ہیں۔ مگر عموماً ترجیح اسی معنے کو دیگئی ہے۔ کہ اس سے مراد ہے سب سے بڑھ کر حمد کرنیوالا۔ اگر ہم قرآن کریم کو اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع جس قدر حمد آپ نے اللہ تعالےٰ کی دُنیا میں کی۔ اور کسی انسان نے اتنی حمد نہیں کی۔ ایک الحمد للہ رب العٰلمین کو سو ہی لے لو۔ ہر ایک مسلمان دن میں کوئی چالیس مرتبہ تو اسکو نمازوں میں ہی دوہراتا ہے اور علاوہ ازیں یہ کلمہ تو ہر مسلمان کی زبان پر جاری کر دیا دن میں بیسیوں موقع پر ہم بے اختیار کہہ اُٹھتے ہیں۔ الحمد للہ۔ حتےٰ کہ اگر ہم کسی مسلمان ملک میں چلے جائیں تو السلام علیکم اور بسم اللہ اور الحمد للہ کہہ کر ہم ایکدوسرے سے واقف ہو سکتے ہیں۔ مگر صرف لفظوں ہی بس نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کی ساری صفات کاملہ کی تجلی دنیا میں ظاہر فرمائی۔ اور یوں جو ممکن محامد الٰہی تھے۔ وہ سب بیان کر دیئے۔ اور ہمیشہ کیلئے اپنی امت میں ان کو جاری کر دیا۔ ساری صفات کی تجلی نہ حضرت موسےٰ کے ذریعہ سے ہوئی نہ حضرت عیسیٰ کے نہ کسی اور پیغمبر کے بلکہ صرف رسُول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہوئی۔ اسلیئے سب نبی حامد تو تھے مگر احمد ایک ہی ہوا۔ حضرت عیسیٰ نے احمد نام اسلیئے لیا کہ مختلف انبیاء اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کے مظہر ہوتے رہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے سلسلہ بنی اسرائیل کے آخری نبی (اور یوں دنیا میں بھی اسکے بعد سوائے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہیں ہوا) حضرت مسیح تھے اسلیئے سب سے بڑھ کر وہی صفات الٰہی کا مظہر ہو سکتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ خدا بنائے گئے۔ لیکن ان کے منہ سے احمد اسلیئے کہلوایا کہ تا معلوم ہو جائے کہ جس طرح وہ تمام انبیاء سے بڑھ کر حمد کرنیوالا ہے اسی طرح حضرت مسیح سے بھی بڑھ کر حمد کرنیوالے ہیں اور آپکے فارقلیط والی پیشگوئی میں انہیں باتوں کی صراحت موجود ہے " میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنے روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی۔ اسلیئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی۔ لیکن جو کچھ وہ سنیگی سو کہیگی۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگی "۔ تمام سچائی کی راہ

سکھانیوالا وہی احمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ جس قدر صداقت اور سچائی کو دنیا میں کوئی پھیلاتا ہے اُسیقدر حمد آلٰہی کو پھیلاتا ہے۔ جس نے ساری سچائی کی راہیں سکھائیں وہ احمد کہلایا +

پس یہ آیت کا چھوٹا سا ٹکڑا مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اپنے اندر قطعی شہادت رکھتا ہے۔ اور ایک شہادت نہیں بلکہ چار شہادتیں اُس کے اندر جمع ہیں کہ اس کا مصداق سوائے حضرت محمد مصطفے احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں اور دوسرے یہ کہ قرآن کریم نے ان مختصر الفاظ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ساری فارقلیط والی پیشگوئی کو بیان کر دیا ہے۔ خود عیسائیوں پر بھی یہ پیشگوئی بڑی بھاری حجت ہے اسلئے کہ اس پیشگوئی میں صاف اعتراف حضرت مسیح نے کیا ہے کہ ساری سچائی کی راہیں وہ نہیں سکھاتے۔ بلکہ اُن کے پیچھے کوئی اور آئیگا جو سکھائیگا۔ یہ کہنا کہ مسیح کے حواریوں پر پینٹیکست کے دن رُوح القدس کے نزول سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی حضرت مسیح کے پُرعظمت الفاظ سے ہنسی کرنا ہے۔ رُوح القدس کے نزول کا کیا اثر ہؤا۔ "تب وہ سب رُوح القدس سے بھر گئے۔ اور غیر زبانیں جیسے رُوح نے انہیں بولنے کی قدرت بخشی بولنے لگے۔" کیا یہ سچائی کی راہیں تھیں کہ غیر زبانیں بولنے لگے۔ اور وہ تو کہتے ہیں کہ ابھی تم میں اُن کی برداشت نہیں۔ وہ برداشت دس دن میں کس طرح پیدا ہوگئی۔ کہ جب تک مسیح علیہ السلام جیتے ہیں تب تک تو اُن کی برداشت نہیں۔ ادھر وہ رخصت ہوئے اُدھر اُن میں برداشت پیدا ہوگئی۔ ساری دنیا کو تلاش کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس پیشگوئی کا کہ میری مثل ایک نبی دُنیا میں بھیجونگا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی کا کہ تمام سچائی کی راہیں سکھانیوالا میرے بعد آئیگا۔ نہ کسی نے مصداق ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور نہ کسی میں وہ اوصاف پائے جاتے ہیں۔ سوائے انسان کامل حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے اور یہ دونوں قوموں پر ایسی اتمام حجت ہے کہ جس کا کوئی جواب اُن کے پاس نہیں سوائے اسکے کہ اپنے آپ کو جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما و علوا کے مصداق بنائیں +

قرآن کریم کی یہ آیت اُس قدر صریح ہے کہ اس کے بعد ہمیں احادیث کی طرف رُجوع کرنے کی ضرورت نہیں رہتی لیکن اس آیت کی تفسیر ہمیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی پہنچی ہے اور اس میں نہایت صاف الفاظ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ اور مختلف احادیث میں یہی چار صفات جن کا ذکر الفاظ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر چسپاں کی ہیں۔ امام بخاری باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عنوان باب میں اول یہ آیات نقل کرتے ہیں۔ وقول اللہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم وقولہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار وقولہ من بعدی اسمہ احمد۔ اور اس کے بعد وہ حدیث لاتے ہیں جس پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ عن جبیر بن مطعم قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان لی اسماء انا محمد و انا احمد و انا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سُنا فرماتے تھے میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں الماحی ہوں جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ کفر کو محو کریگا۔ اور میں الحاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگ اکٹھے کئے جائیں گے۔ اور میں العاقب ہوں اور العاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ امام بخاری کا اُوپر آیت من بعدی اسمہ احمد کو لانا اور نیچے اس حدیث کو لانا صاف طور پر بتا رہا ہے کہ جس احمد کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے وہ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہ الواقع ایک مومن کے قلب میں اس قدر جرات نہ ہونی چاہئیے کہ جب یہ قرآن میں مذکور ہو مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اعلےٰ پایہ کی صحیح حدیث میں جس کی صحت پر شبہ قطعاً نہیں ہو سکتا یہ الفاظ مروی ہوں کہ لی اسماء انا محمد و انا احمد تو پھر بھی یہ کہے کہ میں نہیں مانتا کہ جس احمد کا ذکر اس آیت میں ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آیت کہتی ہے۔ اسمہ احمد اس کا نام احمد ہوگا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے کئی نام ہیں۔ میں احمد ہوں یعنے ایک نام میرا احمد بھی ہے۔ اس سے بڑھ کر کونسی شہادت پکار رہی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کو اپنے اوپر چسپاں فرمایا۔ اور یہ کہنا کہ اسمہ احمد میں تو اسم سے مراد ماں باپ کا رکھا ہوا نام ہے۔ اور انا احمد میں وہ نام مراد ہے جو صفت پر مبنی ہے تحریف سے کم نہیں۔

دوسری خصوصیت مذکورہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد لفظ مبشرا میں پائی جاتی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ صرف پیشگوئی نہیں کرتے بلکہ بشارت دیتے ہیں اس خصوصیت کو بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر چسپاں فرمایا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے (جسے میاں صاحب نے قبول کر لیا ہے) انا دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ ورؤیا امی میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کی رویا ہوں۔ اب اس حدیث میں جب لفظ ابراہیم کی دعا آتے ہیں تو ہمیں تلاش ہوتی ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ قرآن کریم کو ہم دیکھتے ہیں تو اسمیں ایک دعا مذکور پاتے ہیں۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم تو ہم فوراً سمجھ لیتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ حضرت ابراہیم کی دعا جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ کہ ایک رسول ان میں مبعوث فرما اس کا مصداق میں ہوں۔ اسی طرح پر جب آپ نے فرمایا۔ میں عیسیٰ کی بشارت ہوں۔ تو ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں۔ تو اسمیں ایک ہی جگہ حضرت عیسیٰ کی بشارت کا ذکر پاتے ہیں۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد تو ہمیں یقین کامل ہو جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق ٹھیراتے ہیں۔ میاں صاحب اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ انا بشارۃ عیسیٰ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔ انجیل میں صاف الفاظ میں دو الگ الگ پیشگوئیاں موجود ہیں ایک آپ کی نسبت اور ایک مسیح موعود کی نسبت۔ بہرحال ہم پوچھتے ہیں میاں صاحب کے پاس اس انکار کی کیا وجہ ہے کہ انا بشارۃ عیسیٰ آپ کی نسبت نہیں۔ آخر دو میں سے ایک کو اختیار کرنے کیلئے کوئی وجوہات چاہئیں۔ میاں صاحب کا جواب یہ ہے کہ جو نام دوبارہ

ہو اثنا عشری کے محاورہ میں احمد کہتے ہیں۔ (القول الفصل صفحہ ۱۴۳) اسمیں عزیز میاں صاحب نے شرمناک غلطی لفظ کے سمجھنے میں کھائی ہے۔ اُس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح حدیث کو ترک کر کے قرآن کریم کے الفاظ کو لیکے توڑ مروڑ اجائے۔ کہ ایک عاشق دوبارہ اپنی معشوقہ کے دروازہ پر آنے سے کامیاب ہو گیا تھا۔ اور اس نے ایک لفظ کہدیا تھا انا بشارۃ عیسیٰ میں تو احمد کا ذکر نہیں۔ اور نہ ہمیں انجیل کیطرف جانے کی ضرورت ہے ہم تو پہلے قرآن کریم کو دیکھیں گے کہ آیا اسمیں حضرت عیسیٰ کی بشارت کا ذکر ہے یا نہیں اگر ہے تو ایک بشارت کا ذکر ہے یا دو کا۔ جب قرآن کریم میں ایک ہی بشارت کا ذکر ہے۔ اور دوسری کا نام ونشان تک نہیں۔ تو انا بشارۃ عیسیٰ کو ہم اسی پر لگائیں گے۔ یہ کس قسم کی تحریف ہے کہ قرآن کریم کو چھوڑ کر انجیل کی پناہ لی اور حدیث کو چھوڑ کر خدا شی کے قول کی۔ آنحضرت فرماتے ہیں۔ میں ابراہیم کی دُعا ہوں۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ ابراہیم نے ایک رسول کیلئے دعا کی تھی۔ ہم جان لیتے ہیں۔ کہ آپ اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق ٹھیراتے ہیں آنحضرت فرماتے ہیں۔ کہ میں عیسیٰ کی بشارت ہوں قرآن فرماتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ نے ایک رسول احمد کی بشارت دی تھی۔ نتیجہ صاف ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق ٹھیراتے ہیں×۔ یہ ایمانداری نہیں کہ ایسی صراحت کے ہوتے ہوئے یہ کہا جائے۔ کہ جب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرمائیں کہ انا مصداق الایہ کذا وکذا۔ میں فلاں آیت کا مصداق ہوں اُس وقت تک ہم نہیں مانینگے کیا دعائے ابراہیم ہونے کیلئے آنحضرت نے یہ فرمایا تھا۔ کہ میں آیت ربنا وابعث فیھم رسولا منھم کا مصداق ہوں۔ حالانکہ حضرت ابراہیم کی تو اور بھی بہت سی دعائیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ کی تو ایک ہی بشارت سارے قرآن میں ہے بلکہ بشارت

× ۔ اگر یہ کہا جائے کہ رویا اُمی کا ذکر قرآن کریم میں نہیں تو گو حضرت موسیٰ کی والدہ اور حضرت عیسیٰ کی والدہ کی وحی کا ذکر کر کے ایک اشارہ کر دیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا۔ کہ جن باتوں کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہم پرواہ نہ کریں علاوہ ازیں اگر رویا کا ذکر ان الفاظ میں حدیث میں ہے وہاں سے ہم لے لیتے ہیں

کا لفظ آنحضرت کی پیشگوئیوں میں مخصوص ہی حضرت عیسیٰ سے ہے۔ تو اسقدر صریح اور صاف الفاظ سے انکار کرنا واقعی "شیوہ مومنانہ نہیں" (کما تدین تدان) اور اگر انجیل کی طرف بھی رجوع کریں تو بات صاف ہے۔ وہاں دو پیشگوئیاں ہیں۔ مگر تلاش کرو۔ اپنی دوبارہ آمد کو بشارت نہیں ٹھیرایا۔ بلکہ بشارت فارقلیط کے آنے کو ہی صاف الفاظ میں کہا ہے۔ اور بالفرض انجیل ہی اشتباہ واقع ہو تو پھر کیا قرآن کریم حکم نہ ہوگا وہاں تو ایک ہی بشارت کا ذکر ہے +

اب اگر کوئی شخص موٹی سی موٹی سمجھ کا بھی ادنےٰ تامل ہی کام لے تو کسقدر صاف بات ہے پیشگوئی تھی مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ آنحضرت صلے اللہ وسلم فرماتے ہیں۔ انا بشارۃ عیسیٰ آپ فرماتے ہیں انا احمد۔ پیشگوئی کے اول لفظ اور خصوصیت کو بھی لیکر اپنے اُوپر چسپاں کر لیا۔ اور پیشگوئی کے آخر لفظ اور خصوصیت کو بھی لیکر اپنے اُوپر چسپاں کر لیا۔ تو کیا اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت کا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کو اپنے اُوپر چسپاں کیا۔ دونوں میں سے ایک بات بھی موجود ہوتی تو کافی تھی۔ اور یہ تو دین اسلام کے اعجاز میں سے ہے کہ جس بات پر جھگڑا اُٹھنا یا غلطی پڑنا مقدر تھا اُس کے متعلق اُس نے ایسی کھلی شہادت مہیا کر رکھی ہے کسی نبی کے وفات کا ذکر نہیں کرتا۔ مگر حضرت عیسیٰ کی وفات کا ذکر کرتا ہے عالم الغیب خدا جانتا تھا کہ امت میں اس وجہ سے غلطی واقع ہونیوالی ہے کسی پیشگوئی کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کہ میں اس کا مصداق ہوں۔ مگر اسکے متعلق صراحت سے فرمایا کہ انا بشارۃ عیسیٰ انا احمد مثیل موسیٰ والی پیشگوئی کو کہاں اپنے اُوپر چسپاں فرمایا ہے۔ یا باقی انبیا کی پیشگوئیوں کو کہاں اس طرح اپنے اوپر چسپاں فرمایا ہے۔ لیکن اس صراحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص نہ مانے تو یہ تقاضا دیگر ہے +

علاوہ ازیں یاتی من بعدی کو بھی ایک رنگ میں اپنے اوپر لیا۔ کیونکہ فرمایا۔ انا اولی الناس بعیسی ابن مریم لیس بینی و بینہ نبی۔ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اس طرح پر یہ بتا کر میں بلا فصل عیسیٰ کے بعد آتا ہوں پھر گویا اسی پیشگوئی یاتی من بعدی کیطرف اشارہ کیا ہے۔ گویا حضرت عیسےٰ

نے جو فرمایا کہ میں جاؤں تو وہ آئیگا جس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں ادا فرمایا یاتی من بعدی۔ آنحضرتؐ نے یہ کہا کہ لم یکن بینی و بینہ نبی صاف بتا دیا کہ وہ نبی ہیں بھی ہوں +

اسی طرح پر اگر پیشگوئی میں لفظ رسول کا ذکر کر کے یہ بتا دیا ہے کہ اسکو تمام رسولوں میں کوئی خاص عظمت دیگئی ہے۔ اور اُس کا رسول ہونا گویا ایک رنگ میں مخصوص ہوگیا ہے۔ تو حدیث میں یہ دعا سکھا کر اسی خصوصیت کی طرف توجہ دلا دی ہے رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلعم نبیا۔ اللہ کو اپنا رب مان کر اور اسلام کو اپنا دین مان کر اور محمد صلعم کو اپنا نبی مان کر میں راضی ہوا۔ کیا یہ حدیث صاف نہیں بتاتی کہ جس طرح ایک مسلمان کیلئے اللہ کے سوائے کوئی رب نہیں اور دین اسلام کے سوائے کوئی اور دین نہیں اسیطرح محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے کوئی نبی نہیں اسی طرح اذان کا یہ کلمہ جو پانچ وقت بلند آواز سے لاکھوں مسجدوں میں پکارا جاتا ہے اشھد ان محمدا رسول اللہ یہ بھی آپ کی اسی رسالت کی خصوصیت کیطرف توجہ دلاتا ہے کہ اب آپکے بعد تا قیامت کوئی رسول نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی اور رسول بھی آنیوالا ہو تو یہ شہادت نکمی ٹھیر جاتی ہے۔ وہ لوگ جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح موعود ایسا ہی رسول ہے جیسے آپ رسول تھے یا عیسیٰ موسیٰ علیہم السلام رسول تھے اور جو یہ کہتے ہیں کہ جس طرح حضرت عیسیٰ کے بعد جب آنحضرت صلعم کا ظہور ہوگیا۔ تو حضرت عیسیٰ پر اور آپ سے پہلے انبیا پر ایمان لانا نجات کیلئے بیکار ہوگیا اسیطرح اب جب مسیح موعود کا ظہور ہوگیا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے انبیاء پر ایمان لانا بیکار ہے۔ جب تک کہ مسیح موعود پر ایمان نہ لایا جائے وہ صرف یہی غور کریں کہ یہ انکی پانچ وقت کی شہادت اشھد ان محمدا رسول اللہ منافقانہ شہادت ہے یا نہیں

لیس قرآن کریم مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں چار باتوں کا ذکر کرتا ہے۔ وہ چاروں فارقلیط والی پیشگوئی میں پائی جاتی ہیں۔ اور فارقلیط میاں صاحب آنحضرت ہی مانتے ہیں۔ ان چاروں کا مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صاف الفاظ میں اپنے آپ کو ٹھیراتے ہیں۔ یہ ایک ا

کھلا حق ہے۔ کہ فماذا بعد الحق الا الضلال ۔ درحقیقت اگر غور کیا جائے تو ان چار باتوں کے ذکر سے جو پیشگوئی میں مذکور ہیں ایک طرف تو خود قرآن کریم نے انجیل کی فارقلیط والی پیشگوئی کو پورے طور پر اپنے اندر لیلیا ہے یعنی جو جو امور فارقلیط والی پیشگوئی میں انجیل کے دو بابوں میں مذکور ہیں ۔ ان کے کُل معانی کو قرآن کریم نے اس ایک جملہ میں جمع کر دیا ہے۔ کہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ۔ اس طرح پر صراحت سے بتا دیا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی وہی فارقلیط والی پیشگوئی ہے۔ یہ امر قرآن کریم کے کمال اعجاز کا بڑا بیّن ثبوت ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو انا جیل کو کبھی پڑھا نہیں ۔ مگر ایک جملہ میں دو بابوں کا ایسا لطیف خلاصہ بیان کرتا ہے۔ کہ کوئی امر باقی نہیں چھوڑتا بلکہ سارے ضروری امور کو جامعیت کے ساتھ اپنے اندر لیلیا ہے ۔ اور جس طرح اس جملہ کی تشریح ادھر انجیل میں حضرت مسیح کے کلام میں موجود ہے۔ اسیطرح دوسری طرف احادیث میں بھی اسکی تصریح فرما دی ہے۔ اور اس پیشگوئی کے ایک ایک لفظ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر چسپاں فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ساری ان پیشگوئیوں میں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ یا جن کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ ایسی اعلیٰ درجہ کی صراحت کہیں بھی نہیں پائی جاتی ۔ آخر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو بہت سی پیشگوئیوں کے مصداق تھے ۔ مگر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایسی صراحت کسی اور پیشگوئی کے اپنے اوپر چسپاں کرنے میں بھی فرمائی ہے۔ بڑی عظیم الشان پیشگوئی حضرت موسیٰ والی ہے ۔ لیکن اسکی طرف بھی قرآن کریم نے صرف ان الفاظ میں ہی اشارہ کیا ہے ۔ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ۔ ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہے ۔ جیسے کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا ۔ اب گو یہاں مثیل موسیٰ کے رسول کے آنے کا ذکر تو آ گیا ۔ مگر اصل پیشگوئی حضرت موسیٰ کی یہاں مذکور نہیں ۔ اور نہ اس تصریح کے ساتھ اس پیشگوئی کا ذکر قرآن کریم میں کیا جس تصریح کے ساتھ احمد والی پیشگوئی کا ذکر کیا ۔ شھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے

مگر اسمیں اس صراحت کا نہ ہونا خود اس سے ثابت ہے کہ مفسرین اسکے کچھ اور ہی معنے سمجھتے رہے حالانکہ مبشرا برسول والی پیشگوئی پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔ پھر شہد شاہد میں حضرت موسیٰ کا ذکر نہیں ہے۔ نہ ان خصوصیات کا ذکر ہے جو حضرت موسیٰ کی پیشگوئی میں پائی جاتی ہیں جسطرح مبشرا برسول والی پیشگوئی میں انجیل کی مفصل پیشگوئی کا خلاصہ بیان فرما دیا۔ اور حدیثوں میں تو اسبات کا نام تک نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میں شہد شاہد والی پیشگوئی کا مصداق ہوں یا کما ارسلنا الی فرعون رسولا سے مراد مثیل موسیٰ کی پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر فرق اللہ تعالےٰ نے اسلئے رکھا کہ حضرت عیسیٰ قومی انبیا کے آخری نبی تھے۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے اُنکی پیشگوئی کا بالتفصیل ذکر فرما کر یہ اشارہ کر دیا کہ سارے انبیا کی پیشگوئیاں اسیطرح آنحضرت پر ہی صادق آتی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کے ایک ایک لفظ کو اپنے اوپر چسپاں کرکے بتا دیا کہ قرآن کریم نے جن پیشگوئیوں کا حوالہ کتب مقدسہ میں دیا ہے وہ سب آپ پر صادق آتی ہیں۔ کیا ہی اعجازی یہ کلام ہے اور کیا ہی کامل رسول ہے۔ اگر قرآن شریف ساری پیشگوئیوں کے خلاصے دینے لگتا تو ایک کتاب بن جاتی +

اب قابل غور امر ہے کہ اسقدر صراحت پر صراحت قرآن کریم و حدیث صحیح کے اندر ہونے ہوئے اسبات کا انکار کرنا کہ پیشگوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ [illegible] قرآن کریم کی علانیہ مخالفت نہیں تو کیا اول صراحت قرآن کریم میں یہ ہے کہ پیشگوئی کا ذکر کرکے فورًا فرمایا کہ فلما جاءھم وہ رسول اُنکے پاس آ بھی گیا۔ دوسری صراحت یہ کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا۔ اسمہ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا احمد۔ تیسری صراحت یہ کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا مبشرا برسول میں رسول کی بشارت دیتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا بشارۃ عیسیٰ میں عیسیٰ کی دی ہوئی بشارت ہوں یعنی اسکا مصداق ہوں۔ چوتھی صراحت یہ کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا۔ یاتی من بعدی۔ میرے پیچھے ابھی وہ آتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لم یکن بینی و بینہ نبی۔ میرے اور اسکے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا یعنے عیسیٰ کے پیچھے میں ہی آیا ہوں۔ یہ چار صراحتیں چار آفتابوں کی طرح موجود ہیں۔ اور ان تینوں حدیثوں کو نصاریٰ بھی قبول کر چکے ہیں۔ اب اگر ان چار آفتابوں کی جو خلق کے چاروں کونوں پر چمک رہے ہیں روشنی کوئی نہ دیکھے یا آنکھیں بند کرکے کہدے کہ بیشک نہیں ہے تو اسکا معاملہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے +

اسمہ احمد کے متعلق حضرت مسیح موعود کا مذہب

میاں صاحب کا دعوےٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو احمد لکھا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ اصل مصداق اس پیشگوئی کا میں ہی ہوں۔ میں نے حضرت مسیح موعود کی تمام تحریروں اور ڈائریوں کو تلاش کیا ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپکا دامن اس جھوٹے عقیدہ سے کہ اصل مصداق اسمہ احمد کے آپ ہی ہیں۔ بالکل پاک ہے نہ کبھی آپکے قلم سے اور نہ زبان سے یہ گستاخانہ جملہ نکلا کہ اصل مصداق اسمہ احمد کی پیشگوئی کا میں ہی ہوں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ دعوےٰ حضرت مسیح موعود نے ازالہ اوہام میں صفحہ ۶۷۳ پر کیا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۷ القول الفصل) مگر اس عبارت کے سیاق و سباق پر غور کر لینا چاہئیے یہ مضمون صفحہ ۶۶۷ سے شروع ہوتا ہے اور میں ملخصاً اس میں سے کچھ دیتا ہوں "اس زمانہ کے بعض نوتعلیم یافتہ ایسے شخص کے آنے سے شک ہی میں ہیں جو ابن مریم کے نام سے آئیگا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ عظیم الشان شخص جو حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر واقعی طور پر ایسا آدمی آنے والا تھا۔ تو چاہئیے تھا کہ قرآن کریم میں اس کا کچھ ذکر ہوتا۔ ..... لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ سراسر غلطی پر ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اپنے کشف صریح سے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے۔ کہ قرآن کریم میں مثالی طور پر ابن مریم کے آنے کا ذکر ہے۔ اور وہ یوں ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ و سلم کو مثیل موسےٰ قرار دیا ہے ..... اور پھر دوسری جگہ فرمایا وعد اللہ الذین آمنوا منکم ..... یعنی خدا تعالےٰ نے اس امت کے مومنوں اور نیکو کاروں کے لئے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ اس نے پہلوں کو بنایا تھا یعنی اسی طرز اور طریق کے موافق اور نیز اسی مدت اور زمانہ کے مشابہ اور اسی صورت جلالی اور جمالی کی مانند جو بنی اسرائیل میں سنت اللہ گذر چکی ہے اس امت میں بھی خلیفے بنائے جائیں گے ..... سو چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں خلیفۃ اللہ ہونے کا منصب حضرت موسےٰ سے شروع ہوا۔ اور ایک مدت دراز تک نوبت

یہ نوبت انبیاءِ بنی اسرائیل میں رہ کر آخر چودہ سو برس کے پورے ہونے تک حضرت
عیسٰی ابن مریم پر یہ سلسلہ ختم ہوا حضرت عیسٰی ابن مریم ایسے خلیفۃ اللہ تھے کہ ظاہری
حکومت ان کے ہاتھ میں نہیں آئی تھی۔ اور سیاست ملکی اور اس دنیوی بادشاہی سے
ان کو کچھ علاقہ نہیں تھا۔ اور دنیا کے ہتھیاروں سے وہ کچھ کام نہیں لیتے تھے۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ آیات موصوفہ بالا میں ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا اس امت
کے لئے وعدہ تھا کہ بنی اسرائیل کے طرز پر ان میں بھی خلیفے پیدا ہونگے۔ اب ہم جب اس
طرز کو نظر کے سامنے لاتے ہیں۔ تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ضرور تھا کہ آخری خلیفہ اس امت
کا مسیح ابن مریم کی مثالی صورت پر آوے۔ اور اس زمانہ میں آوے جو اس وقت سے
مشابہ ہو جس وقت میں بعد حضرت موسیٰ کے مسیح ابن مریم آئے تھے۔ یعنی چودھویں
صدی میں یا اس کے قریب اس کا ظہور ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔ اور جب آیات ممدوحہ
بالا کو غور سے دیکھتے ہیں تو ہمیں ان کے اندر سے یہ آواز سنائی دیتی ہے۔ کہ ضرور آخری
خلیفہ اس امت کا جو چودھویں صدی کے سر پر ظہور کریگا حضرت مسیح کی صورت
مثالی پر آئیگا ۔۔۔۔۔۔۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ نبی عربی امی مثیل موسیٰ ہے۔ تو اس
ضمن میں قطعی اور یقینی طور پر بتلایا گیا کہ جیسے اسلام میں سردفتر ان خلیفوں کا مثیل
موسیٰ ہے جو اس سلسلہ اسلامیہ کا سپہ سالار اور بادشاہ اور تخت عزت کے اول
درجہ پر بیٹھنے والا اور تمام برکات کا حق دار اور اپنی روحانی اولاد کا مورث اعلیٰ ہے
صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسیٰ ابن مریم
ہے جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہو گیا ہے۔ اور
فرمان جعلناک المسیح ابن مریم نے اس کو درحقیقت وہی بنا دیا۔ وکان اللہ علی
کل شیء قدیرا۔ اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے۔ وہ بھی اس کے
مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد جلالی نام ہے۔ اور احمد جمالی۔ اور
احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ
ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔ یعنے جامع جلال وجمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں بطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا

اب سب سے پہلے غور طلب سوال تو یہ ہے کہ اس عبارت میں کس سوال کا جواب دیا جاتا ہے۔ سوال یہ اٹھایا گیا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں مسیح موعود کیلئے کوئی پیشگوئی نہیں۔ جواب یوں شروع ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کشفاً ظاہر فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں مثالی طور پر ابن مریم کے آنے کا ذکر ہے۔ یہ صاف اعتراف ہے کہ مسیح موعود کے لئے کوئی پیشگوئی بالتصریح قرآن کریم میں مذکور نہیں چنانچہ اس کے بعد آیت کما استخلف الذین من قبلہم سے ایک مثیل مسیح کے آنے کا استدلال کیا ہے۔ اب جائے غور ہے کہ اگر حضرت صاحب کے نزدیک پیشگوئی مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد آپ کے لئے تھی تو اتنی مصیبت میں کیوں پڑے کہ معترض کو جواب یہ دیتے ہیں کہ مسیح موعود کی پیشگوئی مثالی طور پر قرآن شریف کے اندر ہے۔ یہ صاف جواب کیوں نہ دیا کہ اسمہ احمد میں کھلے طور پر یہ پیشگوئی موجود ہے۔ پھر جب اس پیشگوئی کو اپنے حق میں مانتے تھے تو اس میں صریح رسول کا لفظ موجود ہے۔ پھر رسالت سے انکار کیا تھا۔ جب نبی اللہ والی حدیث کا ذکر آتا ہے جو نواس بن سمعان کی ہے تو اسی کتاب ازالہ اوہام میں یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جس کتاب میں اس حدیث کو ساقط الاعتبار قرار دے رہے ہیں جس میں نبی اللہ کا لفظ آگیا ہے اسی کتاب میں اس کھلی آیت کو جس میں رسول کا لفظ تھا اپنے اوپر چسپاں کر رہے ہوں۔ پھر تیسری شہادت یہ ہے کہ اسی کتاب کے صفحہ ۴۲۱ پر سوال وجواب موجود ہے۔ سوال یہ ہے کہ رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ جواب یہ دیتے ہیں "نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔ اس قدر کھلے دلایل کے ہوتے ہوئے کیا یہ تحریف عبارت نہیں کہ صریحاً خلاف منشائے مصنف ان لفظوں کے معنے کئے جائیں۔ سارا دھوکا اس بات سے دیا جاتا ہے کہ ان الفاظ کو کہ مجرد احمدی

زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجدد احمد "بھیجا گیا۔ اس پیشگوئی مبشرا برسول پر لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ جس پیشگوئی کا پیچھے ذکر کرتے چلے آتے ہیں وہ کما استخلف الذین والی پیشگوئی ہے جس سے استدلال اپنے قرآن میں ذکر ہونے کا کیا ہے۔ اور اسی سے "آخری زمانہ" میں آنے کا استدلال بھی کیا ہے۔ اور یہاں الفاظ "آخری زمانہ" صاف بتا رہے ہیں کہ پیشگوئی وہی مراد ہے۔ ورنہ مبشرا برسول میں نہ کسی آخری زمانہ کا ذکر ہے نہ اس سے حضرت صاحب نے کہیں یہ استدلال کیا ہے۔ اصل بات جو وہ ثابت کر رہے ہیں یہ ہے کہ عیسےٰ کی طرح کے ایک انسان کا اس امت میں آنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی قدر مدت بعد جس قدر مدت مسیح علیہ السلام حضرت موسےٰ سے پیچھے آتے ہیں۔ اور اسی قسم کے حالات میں ضروری تھا۔ اور پیشگوئی مبشرا برسول کو صرف اس دلیل کیلئے لائے ہیں کہ حضرت عیسےٰ نے احمد کی پیشگوئی کرنے میں صرف جمالی رنگ کو دیکھا ہے۔ کیونکہ وہ خود جمالی صفات تھے۔ اسی لئے فرمایا کہ "احمد اور عیسےٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں" اور ساتھ ہی فرمایا "اسی کی طرف یہ اشارہ ہے مبشرا برسول" جو شخص پیشگوئی کو اپنے لئے قرار دے رہا ہو کیا وہ اشارہ کا لفظ استعمال کریگا؟

دوسرا حوالہ حضرت صاحب کی تحریروں میں سے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود اس بات کے مدعی تھے کہ "اصل مصداق اس پیشگوئی کا میں ہی ہوں" اعجاز المسیح کا صفحہ ۱۲۳ و ۱۲۴ ہے۔ تعجب یہ ہے کہ یہ دونو تحریریں اس زمانہ کی ہیں جب ابھی حضرت مسیح موعود کو یہ سمجھ نہ آیا تھا کہ میں رسول ہوں اور جب بار بار یہ کہتے تھے کہ میرا ذکر قرآن شریف میں اجمالی طور پر ہے جس طرح ازالہ اوہام کی عبارت کا صرف آخری حصہ نقل کر کے مغالطہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں اعجاز المسیح میں بھی ایک چلتے ہوئے مضمون کا آخری حصہ کاٹ کر دیدیا ہے۔ حالانکہ اس مضمون کے پہلے حصہ میں اس نتیجہ کے خلاف صریح الفاظ موجود ہیں جو آپ کی تحریر سے نکالا جاتا ہے۔ پہلے میں صرف وہی الفاظ دیتا ہوں جن سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے

(دیکھو القول الفصل صفحہ ۲۸)+

"واشار عیسٰے بقولہ کزرع اخرج شطاءہ الی قوم اٰخرین منھم وامامھم المسیح بل ذکر اسمہ احمد بالتصریح واشار بھذا المثل الذی جا فی القران المجید الی ان المسیح موعود لا یظھر الا کنبات لین لا کالشیٔ الغلیظ الشدید ثم من عجائب القران الکریم انہ ذکر اسمہ احمد حکایتا عن عیسٰے وذکر اسمہ احمد حکایتا عن موسٰے لیعلم القاری ان النبی الجلالی اعنی موسٰے اختار اسما یشابہ شانہ اعنی محمد ن الذی ھو اسم الجلال وکذالک اختار عیسٰے اسم احمد + الذی ھو اسم الجمال بما کان نبیا جمالیا وما اعطی لہ شیئا من القھر والقتال فحاصل الکلام ان کلا منھما اشار الی مثیلہ التام"

اور عیسٰے نے اپنے قول کزرع اخرج شطاءہ میں ان میں سے ایک دوسری قوم اور ان کے امام مسیح کی طرف اشارہ کیا بلکہ اس کا نام احمد تصریح سے ذکر کیا۔ اور اس مثال سے جو قرآن مجید میں آئی ہے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مسیح موعود کا ظہور نازک نباتات کی طرح ہوگا سخت شے کی طرح نہیں۔ پھر قرآن کریم کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ اس نے اسم احمدؐ کا ذکر تو عیسٰے کی زبان سے نقل کیا ہے۔ اور اسم محمدؐ کا ذکر موسٰے کی زبان سے نقل کیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ نبی جلالی موسٰے نے وہ نام اختیار کیا جو اس کی شان سے مشابہ تھا۔ یعنی محمدؐ جو کہ اسم جلالی ہے۔ اور اسی طرح عیسٰے نے احمدؐ نام اختیار کیا جو اسم جمالی ہے اس لئے کہ وہ نبی جمالی تھا۔ اور اس کو قہر وقتال سے کچھ نہیں دیا گیا۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نبی نے اپنے مثیل تام کی طرف اشارہ کیا +

اس عبارت کے الفاظ بل ذکر اسمہ احمد بالتصریح سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسٰے نے جو اسمہ احمد فرمایا تو وہ بالتصریح پیشگوئی مسیح موعود کے لئے ہے۔ جیسا کہ حضرت موسٰے کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اور الفاظ کلا منھما اشار الی مثیلہ التام سے یہ

مطلب نکالا جاتا ہے کہ ہر ایک نے اپنے اپنے مثیل کی پیشگوئی کی یعنی موسیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اور عیسیٰ نے مسیح موعود کے لئے۔ یہ دونوں نتائج غلط ہیں۔ پہلے الفاظ کی مراد کہ اس کا نام احمدؐ تصریح سے ذکر کیا صرف اس قدر ہے کہ احمدؐ نام جو ظلی طور پر مسیح موعود نے اس نام کے اصل مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا ہے۔ اس کا ذکر تصریح سے کیا۔ اور فحاصل الکلام ان کلاھما اشار الی مثیلھا لتام سے محض ان دو مثالوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نہ پیشگوئی اسمہ احمد کی طرف جس کا مطلقاً یہاں ذکر نہیں ہے۔ جن پر اوپر بحث کرتے چلے آرہے ہیں مثلھم فی التورات یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا ذکر حضرت موسیٰ کی زبان سے اشداء علے الکفار رحماء بینھم میں اور حضرت عیسیٰ کی زبان سے کزرع اخرج شطاء ہ میں۔ کیونکہ حاصل کلام سے مراد ہمیشہ اصل مضمون کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے۔ اور اصل مضمون یہاں وہی دو مثالیں ہیں جنکا ذکر اوپر سے چلا آرہا ہے نہ کہ پیشگوئی مبشرا برسول جس کا ذکر کوئی نہیں سوائے اس کے کہ ذکر اسمہ احمد سے اس طرف اشارہ سمجھ لیا جائے۔ میاں صاحب نے اپنا مطلب یہاں بھی ازالہ اوہام کے حوالہ کی طرح سیاق عبارت کو الگ کر دینے سے نکالا ہے۔ اوپر صاف ذکر آرہا ہے کہ مسیح موعود صرف ظلیت کے طور پر اسم احمد کو پاتا ہے جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم ظلیت کے طور پر اسم محمدؐ کو پاتے ہیں۔ بلکہ صاف الفاظ میں اسم احمد میں حقیقی طور پر شریک ہونے سے بھی انکار کیا ہے۔ چہ جائیکہ اپنے آپ کو حقیقی مصداق کیا ہو۔ میں آگے چل کر دکھاؤنگا کہ کس قدر صراحت سے اس کتاب اعجاز المسیح کے صفحہ ۹۹ سے یہ ذکر ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ وسمی نبینا محمدا واحمد اور ہمارے نبی کا نام اللہ تعالےٰ نے محمدؐ اور احمدؐ رکھا۔ اور اسی مضمون کا تتمہ پھر صفحہ ۱۵ پر یوں شروع کیا ہے۔

ومن تتمۃ ھذا الکلام ان نبینا خیر الانام لما کان خاتم الانبیاء واصفی الاصفیاء واحب الناس الی حضرۃ الکبریاء اراد اللہ سبحانہ ان یجمع فیہ

صفتیہ العظیمتین علی الطریقۃ الظلیۃ فوھب لہ اسم محمد واحمد لیکونا کالظلین للرحمانیۃ والرحیمیۃ ...... فلا شک ان اللہ جعل ھذین الاسمین ظلین لصفتیہ ومظہرین لسیرتیہ لیری حقیقۃ الرحمانیۃ والرحیمیۃ فی مراٰۃ المحمدیۃ والاحمدیۃ ثم لما کان کمثل امتہ علیہ السلام من اجزائہ الروحانیۃ وکالجوارح للحقیقۃ النبویۃ اراد اللہ لابقاء اثار ھذا النبی المعصوم ان یورثہم ھذین الاسمین کما جعلہم ورثاء العلوم فادخل الصحابۃ تحت ظل اسم محمد ن الذی ھو مظہر الجلال وادخل المسیح الموعود تحت اسم احمد ن الذی ھو مظہر الجمال وما وجد ھولاء ھذہ الدولۃ الا بالظلیۃ فاذن ما ثم شریک علی الحقیقۃ ...... فجعل فریقا منہم کمثل موسیٰ مظہر الجلال وھم صحابۃ النبی ...... وجعل فریق منہم کمثل عیسیٰ مظہر الجمال ...... وھو المسیح الموعود والذین اتبعوہ من النساء والرجال ..... فان موسیٰ اخبر عن صحب کانوا مظاہر اسم محمد نبینا المختار وصور جلال اللہ القہار بقولہ اشداء علی الکفار وان عیسیٰ اخبر عن اخرین منہم وعن امام تلک الابرار اعنی المسیح الذی ھو مظہر احمد الراحم الستار ...... بقولہ کزرع اخرج شطأہ الذی ھو معجب الکفار ...... فاشار موسیٰ بقولہ اشداء علی الکفار الی صحابۃ ادرکوا صحبۃ نبینا المختار وصاروا ظل اسم محمد رسول اللہ القہار ...... واشار عیسیٰ بقولہ کزرع اخرج شطأہ ...... اس کے بعد وہ عبارت آتی ہے جو اوپر نقل ہو چکی ہے +

ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے۔ اور اس کلام کا تتمہ یہ ہے کہ چونکہ ہمارے نبی خیر الانام نبیوں کے خاتم اور سب برگزیدوں سے بڑھ کر برگزیدہ اور حضرت کبریا کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اپنی دو عظیم الشان صفتیں ظلیت کے طور پر اس کے اندر جمع کر دے پھر اس کو محمد اور احمد نام عطا کیے تاکہ وہ دونوں رحمانیت اور رحیمیت کے ظل کے ..... ہو جائیں ...... بیشک اللہ

شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام اپنی دو صفتوں کے ظل بنائے اور اپنی دو صفتوں کے مظہر بنائے تاکہ حقیقت رحمانیت و رحیمیت کو محمدیت اور احمدیت کے شیشہ میں دکھلائے۔ پھر چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے کاملین آپ کے روحانی اجزاء کے طور پر اور حقیقت نبویہ کے اعضاء کی طرح تھے پس اللہ تعالیٰ نے اس نبی معصوم کے آثار کو ہمیشہ باقی رکھنے کے لئے یہ ارادہ کیا کہ ان کو یہ دونو نام بطور ورثہ دیئے جس طرح ان کو علوم کا وارث بنایا پس صحابہ کو اسم محمدؐ کے ظل کے نیچے داخل کیا جو مظہر جلال ہے۔ اور مسیح موعود کو اسم احمد کے ظل کے نیچے داخل کیا۔ جو مظہر جمال ہے۔ اور انہوں نے یہ دولت نہیں پائی مگر ظلیت کے طور پر پس اس حال میں یہاں درحقیقت کوئی شریک نہیں۔ .... پس ان میں سے ایک فریق کو موسےٰ کی مثل مظہر جلال بنا دیا۔ اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں.... ...... اور ان میں سے ایک فریق کو عیسےٰ کے مثل مظہر جمالی بنا دیا۔...... اور وہ مسیح موعود اور اس کے پیرو ہیں مرد ہوں یا عورتیں .... پس موسےٰ نے صحابہ کی خبر دی جو ہمارے نبی مختار کے اسم محمدؐ کے مظہر تھے۔ اور خدا نے صحابہ کے جلال کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی اشداء علے الکفار اور عیسےٰ نے ان میں سے ایک اور گروہ کی خبر دی اور ان نیکوں کے امام کی یعنی مسیح موعود جو احمد و اسم ستار کا مظہر ہے اپنے اس قول سے کزرع اخرج شطاءہ جو معجب الکفار ہے .... پس موسےٰ نے اپنے قول اشداء علے الکفار سے صحابہ کی طرف اشارہ کیا۔ جنہوں نے ہمارے نبی مختار کی صحبت پائی۔ اور اللہ قہار کے رسول کے اسم محمد کے ظل ہو گئے۔ اور عیسےٰ نے اپنے قول کزرع اخرج شطاءہ کا سے اشارہ کیا...... یہاں سے میاں صاحب کا پیش کردہ حوالہ شروع ہوتا ہے +

کس قدر رونے کا مقام ہے کہ ایسی کھلی کھلی تحریر کے صریحاً خلاف اس کے چند الفاظ کاٹ کر ایک نتیجہ نکالا جاتا اور اسے حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اگر ایک گروہ نے نبی کی حدیثوں کو ہی کترا تھا۔ تو یہ ایک اور گروہ

پیدا ہوتا ہے جو نبی کی حدیثوں کے ساتھ مسیح موعود کی تحریروں کو بھی کتر رہا ہے کیا خدا کا خوف باقی نہیں رہا۔ جو اس قدر خطرناک جرات کی جاتی ہے۔ اور افسوس اُن لوگوں پر جو ان مسخ کردہ حوالجات پر اعتبار کر لیتے ہیں اور اصل تحریرات کو نہیں دیکھتے۔ کیا کوئی خدا کا خوف رکھنے والا معمولی سے معمولی سمجھ کا آدمی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اس عبارت میں حضرت مسیح موعود خود احمدؐ ہونے کا دعوے کر رہے ہیں۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ جس طرح پر صحابہ اسم محمدؐ کے ظل ہیں مسیح موعود اور اُس کی جماعت اسم احمدؐ کی ظل ہے۔ بلکہ مرد چھوڑ کر عورتیں بھی اس اسم کی ظل ہیں۔ کیا اسی تحریر کی بنا پر احمد رسول بناتے ہو۔ جہاں اُس کی جماعت کے مرد اور عورتیں دونو یکساں شامل ہیں۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر کس قدر صفائی سے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں نام اللہ تعالےٰ کی دو صفات کے ظل ہیں۔ اور ان دونوں ناموں کے ظل پھر امت کے دو گروہ ہیں۔ جس طرح محمد رسول اللہ اللہ تعالےٰ کے ناموں کو بطور ظل پاکر خدا نہیں بن گئے۔ اسی طرح یہ امت کے دو گروہ آپ کے دو نام محمدؐ اور احمدؐ بطور ظل پاکر محمدؐ اور احمدؐ نہیں بن سکتے۔ اور پھر کس قدر صفائی سے فرمادیا کہ یہ ظلی طور پر نام پاکر حقیقت میں شریک بھی نہیں بنتے چہ جائیکہ میاں صاحب اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالیں کہ وہ دراصل مصداق اور حقیقی مالک بن گئے۔ یہ ظلم حضرت مسیح موعود کی تحریروں پر ہو رہا ہے۔ اس سے قیاس کر لو کہ ان نئے عقاید کی تائید کن ہتھیاروں سے ہو رہی ہے +

یہ دو ہی تحریریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بات کی بنیاد ٹھیرائی گئی ہیں کہ آپ کا دعوے تھا کہ " اصل مصداق اس پیشگوئی کا میں ہی ہوں " ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان میں سے دوسری تحریر میں آیت مبشرا برسول کو نقل بھی نہیں کیا اور پہلی میں اُس کو نقل کیا ہے مگر اور غرض کے لئے میں کہتا ہوں کہ اگر اس آیت کو آپ نے ازالہ اوہام میں اپنے اوپر چسپاں کیا ہوتا۔ اور اصل مصداق اس پیشگوئی کا خود ہونے کا دعوے کیا ہوتا۔ تو اس سے بعد جو کتاب آئینہ کمالات

اسلام شائع ہوئی ہے۔ اُس میں صاف طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اسکا مصداق کیوں ٹھیراتے +

دو مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنے میرے مرنے کے بعد آئیگا اور نام اُس کا احمد ہوگا پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ میں بتلاتی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائیگا تب آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے "

جب ان صریح الفاظ کو دیکھ کر کوئی جواب بن نہیں آتا۔ اور صفت اور نام کا گورکھ دھندا بھی جماعت کو اُلجھن میں رکھنے کے لئے ناکافی ثابت ہوتا ہے۔ تو اب یہ جواب گھڑا جاتا ہے۔ کہ یہ الزامی دلیل ہے جو حضرت صاحب نے دی ہے۔ الزامی جواب اُس وقت دیا جاتا ہے۔ جب مخالف کوئی اعتراض ہمارے مذہب پر کرے تو اُس کا الزامی جواب یہ ہوتا ہے۔ کہ دیکھو تم بھی اس طرح تسلیم کرتے ہیں جو حملہ تم ہمارے مذہب پر کرتے ہو وہی زد تمہارے مذہب پر پڑتی ہے۔ اب آئینہ کمالات اسلام کے اس موقعہ کو دیکھا جائے کیا وہاں مخالفین کی کسی بات کا جواب دے رہے ہیں یا اپنے طور پر وفات مسیح کا اثبات کر رہے ہیں اور اُن کو کہہ رہے ہیں کہ تم اپنے عقیدہ حیات مسیح سے مشرکوں کو مدد دے رہے ہو۔ اور سب سے پہلی دلیل وفات مسیح پر یہی پیش کرتے ہیں۔ اگر یہ بات ہی اُن کے اعتقاد کے مطابق درست نہ تھی تو اُس کو چوٹی کی دلیل کے طور پر پیش کرنا کیا معنے رکھتا ہے حالانکہ فی الواقع میاں صاحب اور اُن کے تمامی مریدین کے عقیدہ کے رو سے یہ کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ احمدؐ تو ابھی آیا نہ تھا۔ پھر جب مرزا صاحب کے اپنے عقیدہ کے رو سے جیسا کہ القول الفصل مرانوار خلافت وغیرہ میں یہ دعوے کیا گیا ہے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم احمد نہ تھے تو مخالفوں کو یہ کہنا کہ وفات مسیح کی سب سے پہلی دلیل میرے ہاتھ میں یہ ہے کہ احمدؐ آنحضرت صلعم تھے۔ کیا اس سے بڑھکر اور کوئی دھوکہ ہو سکتا ہے۔ اور جب خود ہم عبارت کو دیکھتے ہیں تو وہ صاف بتا رہی ہے کہ الزامی دلیل یہ نہیں نہ یہاں کوئی الزامی جواب کا موقعہ تھا۔ بلکہ اپنے طور پر ایک دلیل دیکر اُس پر اس قدر زور دیتے ہیں کہ فرماتے ہیں۔ **نص اپنے کھلے کھلے الفاظ سے بتلا رہی ہے**۔ کیا جو شخص اسے کھلے الفاظ میں نص صریح سمجھتا ہے وہ الزامی جواب دینے والا ہو سکتا ہے۔ یہ وہ خیالی دعوے ہیں جن سے لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے +

اس کے بعد اربعین ع۴ میں پھر بصراحت مبشراً برسول والی پیشگوئی کا مصداق اصلی اور حقیقی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ٹھیرایا ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۳۔

"تم سُن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (۱) ایک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے۔ جو ایک آتشی شریعت ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علے الکفار رحماء بینھم ...... ذالک مثلھم فی التوراۃ (۲) دوسرا نام احمد ہے صلے اللہ علیہ وسلم اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی۔ اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کے لئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں۔ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی۔ اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھیرایا ....

... ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسےٰ بھی تھے اور مثیل عیسےٰ بھی .... ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں یہ دونوں

نمونے جلال اور جمال کے ظاہر کر دیئے۔ اور پھر چاہا کہ آپ کے بعد آپ کی فیض یافتہ جماعت بھی جو آپ کے روحانی وارث ہیں انہی دونو نمونوں کو ظاہر کریں سو آپ نے محمدی یعنی جلالی نمونہ دکھلانے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا کیونکہ اس زمانہ میں اسلام کی مظلومیت کے لئے یہی علاج قرین مصلحت تھا۔ پھر جب وہ زمانہ جاتا رہا اور کوئی شخص زمین پر ایسا نہ رہا کہ مذہب کے لئے اسلام پر جبر کرے اس لئے خدا نے جلالی رنگ کو منسوخ کر کے اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا۔ یعنی جمالی رنگ دکھلانا چاہا سو اُس نے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا جو عیسےٰ کا اوتار اور احمدی رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہے اور خدا نے تمہیں اس عیسےٰ احمدؐ صفت کے لئے بطور اعضا کے بنایا ہا"

کیا اس سے زیادہ فیصلہ کن لفظ بکار ہیں۔ اور پھر یہاں کس صفائی سے اپنے آپ کو عیسےٰ احمد صفت قرار دیا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد قرار دیا ہے۔ اور پھر آپ صلعم کو مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق واحد قرار دیا ہے۔ اور یہ جو حضرت صاحب نے کہیں لکھا ہے کہ آپ کے دو بعث تھے۔ ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے اور ایک بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے۔ اُس کی بھی یہاں اور اعجاز المسیح کے حوالہ مذکورہ بالا میں تشریح کر دی ہے کہ اس بعث سے مراد صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت جلال وجمال کا اظہار ہے جن میں سے صفت جلال یا اسم محمد کا اظہار صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوا۔ اور صفت جمال یا اسم احمد کا اظہار مسیح موعود اور آپ کی جماعت میں ہوا حقیقی مالک ان دونوں ناموں کی اور اصل مظہر ان دونوں صفات کی ذات بابرکات حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے +

ازالہ اوہام کی عبارت سے جو نتیجہ میاں صاحب نے نکالا ہے وہی نتیجہ مخالف مولویوں نے بھی نکالا تھا جس کا جواب حضرت مسیح موعود نے خود اپنی قلم سے بھی کتاب تحفہ گولڑویہ مطبوعہ یکم ستمبر ۱۹۰۲ء میں یوں دیا ہے۔

"غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اوّل کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا۔ یعنی یہ بعثت اول جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ مگر بعثت دوم جس کی طرف آیت کریمہ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمدؐ ہے۔ جو اسم جمالی ہے جیساکہ آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائیگا۔ یہی وہ بات ہے۔ جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی۔ یعنی کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں اور اس پر نادان مولویوں نے جیساکہ اُن کی عادت ہے شور مچایا تھا" (صفحہ ۹٦) اور آگے لکھتے ہیں۔

"غرض حضرت موسےٰ کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کھلی کھلی مماثلت ہے .... ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عیسےٰ سے بھی دو مشابہتیں رکھتے ہیں (۱) ایک یہ کہ وہ مسیح کی طرح مکہ میں مخالفوں کے حملوں سے بچائے گئے اور مخالف قتل کے ارادہ میں ناکام رہے۔ (۲) دوسری یہ کہ آپ کی زندگی زاہدانہ تھی اور آپ بکلی خدا کی طرف منقطع تھے .... آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی حضرت عیسےٰ سے مشابہت رکھتی ہے۔ اور مدنی زندگی حضرت موسےٰ سے مشابہ ہے۔ اور چونکہ تکمیل ہدایت کے لئے آپ نے دو بروزوں میں ظہور فرمایا تھا۔ ایک بروز موسوی اور دوسرے عیسوی۔ اور اسی غرض کے لئے ان دونوں ہدایتوں توریت اور انجیل کا قرآن شریف جامع نازل ہوا"

اب کس قدر صفائی سے یہاں بیان فرمایا کہ حقیقی طور پر اسم احمد کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مجازی طور پر مسیح موعود کا نام احمد ہے۔ میاں صاحب نے حضرت صاحب کی اس تشریح کا کہ آپ مجازی طور پر نبی ہیں حقیقی طور پر نہیں

یہ جواب بنایا ہے۔ کہ اس سے مراد عوام الناس کی غلط اصطلاح ہے۔ کہ اُنہوں نے حقیقی نبوت کے معنے کچھ اور سمجھ رکھے تھے۔ ان غلط معنوں کے لحاظ سے مرزا صاحب مجازی نبی ہیں حقیقی نبی نہیں۔ اور صحیح معنوں کے رو سے وہ حقیقی نبی ہیں مجازی نہیں۔ یہ حشر ہوا اس فقرہ کا کہ سمیت نبیا من اللہ علےٰ طریق المجاز لا علےٰ وجہ الحقیقۃ۔ اب آپ کی طبع رسا کے سامنے یہ ایک اور مشکل آگئی کہ حقیقی احمد اور مجازی احمد کے کیا معنے کریں۔ اگر اسی محاورہ کے مطابق کئے جائیں تو یہ عبارت یوں بن جائے گی "اس وقت وہ نبی کریم جو (عوام کی غلط اصطلاح میں) حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے۔ اس (اصطلاح غلط میں) مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا" اس قسم کی عبارتوں سے جب مسیح موعود نادان مولویوں کو غلطی پر بناتے ہونگے۔ تو اندر ہی اندر خوب ہنستے ہونگے کہ ہم دھوکا دینے میں کیسے مشاق ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ہاں یاد آگیا میاں صاحب نے حقیقۃ النبوۃ میں یہ لکھ دیا ہے کہ "مجاز کبھی حقیقت بن جاتا ہے۔ اور کبھی حقیقت مجاز بن جاتی ہے" (صفحہ ۱۷۲) پس اس اصول کے رو سے تحفہ گولڑویہ کی یہ عبارت یوں پڑھنی چاہئیے "تو اس وقت وہ نبی کریم جو مجازی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس حقیقی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا" یہ قابل قدر اصول بہت ہی مفید ہے!

ایک دو حوالے آپ کی تقریروں سے بھی دیدینا مفید ہو گا تاکہ میاں صاحب ان کی تشریح بھی کر چھوڑیں۔ یہ ڈائری تو مفتی محمد صادق صاحب کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ مگر۔ غالباً اس کے ساتھ وہ سلوک کافی نہ ہو گا جو مسئلہ جنازہ بارہ میں مفتی صاحب کے خط کے ساتھ ہوا۔ کہ جب وہ حضرت صاحب کی طرف سے یہ جواب لکھیں کہ "جو مخالف برا نہ بولتا ہو اس کا جنازہ جائز ہے" تو وہ اُن کا اپنا خیال ہے جھوٹ موٹ حضرت صاحب کی طرف سے کہہ دیا۔ مگر یہ ڈائری ہے۔ اور "فرمایا" کے لفظ سے شروع ہوتی ہے۔

"حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دو ہی نام تھے۔ محمد اور احمد صلے اللہ علیہ

وسلم۔ آنحضرت کا اسم محمدؐ ہے صلے اللہ علیہ وسلم .... حضرت رسول کریم کا نام احمد وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح نے کیا۔ یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد آئیگا۔ یعنی میرے اور اُس کے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا .... حضرت موسےٰ نے آنحضرت کا نام محمد بتلایا صلے اللہ علیہ وسلم کیونکہ حضرت موسےٰ خود بھی جلالی رنگ میں تھے۔ اور حضرت عیسےٰ نے آپ کا نام احمد بتایا۔ کیونکہ وہ خود بھی ہمیشہ جمالی رنگ میں تھے۔ اب چونکہ ہمارا سلسلہ بھی جمالی رنگ میں ہے اس واسطے اس کا نام احمدی ہوا" (بدر مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۱ء)

کہتے ہیں اپنے اقرار سے انسان بہرحال ہی پکڑا جاتا ہے۔ اس لئے میں ایک اور بات بھی پیش کرتا ہوں۔ میاں صاحب انوار خلافت صفحہ ۲۵ پہ لکھتے ہیں "ہمارے مخالف ہمارے مقابلہ پہ ایک اور رنگ بھی اختیار کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ انجیل میں فارقلیط کی جو خبر دی گئی ہے اس سے اسمہ احمد کی پیشگوئی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فارقلیط سے احمد نام ثابت ہوتا ہے۔ اور جبکہ تم اسمہ احمد کی پیشگوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں نہیں کرتے تو فارقلیط کی پیشگوئی آپ پر چسپاں نہ ہوگی .... سو اس کا جواب یہ ہے کہ فارقلیط کی پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی ہے یا نہ"

اگر میاں صاحب اپنے اس اقرار پہ قایم ہیں کہ فارقلیط کی پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی ہے تو فارقلیط اور احمد کا ایک ہونا خود اُس شخص کی زبانی ثابت ہے جس کی طرف احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق ہونا منسوب کیا جاتا ہے۔ الحکم مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۰۳ء میں زیر عنوان فارقلیط اور احمد ذیل کی عبارت ہے۔

"پھر نماز کے بعد مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے بیان کیا کہ ایک شخص نے فارقلیط پر یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ اُس کے معنے تو حق اور باطل کی تمیز کرنیوالے کے کئے گئے ہیں تو پھر یہ معنے لفظ احمد پر کیسے چسپاں ہوسکتے ہیں۔ اس پر

کیسے ہوسکتا ہے کہ فارقلیط سے مراد احمد ہے لفظ احمد کی پیشگوئی کا ذکر کتب سابقہ میں کہاں ہے۔ خدا کے برگزیدہ نے فرمایا......... دوسری یہ بات ہے۔ کہ آنحضرت کا نام فارقلیط ہی ہے۔ کیونکہ وہ صاحب فرقان ہے۔ اور فرقان کے معنے فرق کرنے والے کے ہیں۔ اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں لفظ شیطان ہے جو لیط کا معنے ہے۔ اس طرح آپ کا نام فارقلیط بھی ہوگیا۔ اور احمد کے معنے بہت تعریف کرنے والے کے ہیں۔ تو اس سے بڑھ کر اور کون ہوگا جو توحید کے ذریعہ سے ہر ایک قسم کی شیطنت کو دور کرے۔ فارقلیط بننے کے واسطے احمد ہونا ضروری ہے۔ احمد وہ ہے۔ جو دنیا میں سے شیطان کا حصہ نکال کر خدائے تعالٰے کی عظمت اور جلال کو قایم کرنے والا ہو۔ فارقلیط کا منشاء دوسرے الفاظ میں احمدؐ ہے "

یہ حضرت مسیح موعود کی تحریریں جو ازالہ اوہام کے بعد کی ہیں بڑی صفائی سے اس بات کو ظاہر کرتی ہیں۔ کہ آپ نے پیشگوئی کا حقیقی اور اصلی مصداق ہمیشہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی سمجھا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کی ازالہ اوہام کی عبارت سے پہلے بھی بعض لوگوں نے وہی قیاس کیا جو آج میاں صاحب کرتے ہیں۔ مولوی محمدؐ حسین صاحب بٹالوی نے اشاعت السنہ میں آج سے پچیس سال پیشتر بعینہٖ وہی لفظ لکھے جو آج میاں صاحب کے قلم سے نکلے ہیں۔ میاں صاحب لکھتے ہیں "حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ اصل مصداق اس پیشگوئی کا میں ہی ہوں" اس کے بعد ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳ کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اُسی وقت یہ لفظ لکھے تھے "اس سے بھی اور بڑھ کر سنئے ازالہ صفحہ ۶۷۳ میں آپ نے رسول مبشر بزبان حضرت عیسٰے ہونے کا دعوٰے کیا ہے۔ اور صاف لکھدیا ہے کہ قرآن کی آیت ومبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد میں آپ ہی کی بشارت مراد ہے۔ نہ محمد رسول اللہ کی"۔

یہ اگر توارد ہوا ہو تو بھی کچھ عجب نہیں۔ اور اگر میاں صاحب نے مولوی محمد

بٹالوی سے ہی یہ حکمت کا کلام اخذ کر لیا ہو تو الحکمۃ ضالۃ المومن آ ہی چکا ہے۔
لیکن اگر افسوس ہے تو یہ کہ جس طرح مخالفین نے حضرت صاحب کے کلام کو لے کر
آپ کی طرف دعوائے نبوت منسوب کیا۔ اور حضرت مسیح موعود نے حلف بھی اٹھائی
کہ میرا دعوائے نبوت کا ہرگز نہیں۔ اور آج میاں صاحب نے مخالفین کے کلام کو سچا قرار
دیا اور اپنی ضد میں مسیح موعود کو ان قسموں میں جھوٹا قرار دینے میں بھی تامل نہ کیا۔
اسی طرح اس اسمہ احمد کے بارے میں باوجودیکہ حضرت مسیح موعود نے متواتر تحریروں
میں آئینہ کمالات اسلام میں اعجاز المسیح میں۔ اربعین میں تحفہ گولڑویہ میں تقریروں
میں اپنے دامن کو اس الزام سے پاک کیا جو مخالف آپ پر لگاتے تھے۔ لیکن ہمارے
میاں صاحب کو حضرت کی صداقت کی کچھ پروا نہیں۔ آپ جھوٹے بنیں تو بنیں۔
مخالف سچے ٹھیریں تو ٹھیریں۔ میاں صاحب اپنی ضد کو نہ چھوڑیں گے۔ کیا اس سے
بڑھکر حضرت مسیح کی کوئی تحقیر ہو سکتی ہے۔ پھر خود ہی جواب نہیں لکھے اپنے مریدین سے
بھی یہی جواب حضرت مسیح موعود نے لکھوائے۔ چنانچہ ذیل کا جواب مولینا مولوی
سید محمد احسن صاحب کی تصنیف تحذیر المومنین میں درج ہے۔ جو مولوی محمد حسین
بٹالوی کے منقولہ بالا الزام کو نقل کرنے کے بعد دیا گیا ہے۔

"اقول۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین قطع نظر دیگر مقامات کے کیا اس جگہ یہ
عبارت موجود نہیں ہے۔ **مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی
نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جمال و جلال ہیں۔** اس سے صاف ظاہر ہے
کہ متکلم کی مراد یہ ہے کہ اس بشارت کے مصداق اولے صرف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہی ہیں .... پس معترض نے جو افترا کیا ہے۔ وہ کیونکر بخش جا سکتا
ہے .... آگے رہا ظلی اور طفیلی طور پر اس بشارت کا مصداق ہونا کسی امتی
مجدد و محدث کے واسطے سو بحکم المرء مع من احب کے اس میں کیا استبعاد ہے"

اسی طرح آپ کی کتاب فک الشکوک میں ازالہ اوہام کی اس عبارت پر اعتراض
نقل کر کے اسی طرح جواب دیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ پیشگوئی اسمہ احمد حضرت

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ اگر مرزا صاحب کے کسی مرید کا یہ ایمان تھا تو کیوں ان تحریروں کے خلاف ہم سب سلسلہ کی تحریروں میں یا اخباروں میں ایک حرف بھی نہیں پاتے۔ کیا ۱۹۰۸ء کی کوئی تحریر سلسلہ کی ایسی پیش کی جاسکتی ہے جس میں کسی شخص نے اس پیشگوئی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہونے سے انکار کیا ہو +

میاں صاحب نے حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم پر یہ غلط الزام دیا ہے۔ کہ آپ کا مذہب اسمہ احمدؐ کے بارے میں یہ تھا کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے۔ آپ کی ایک تحریر میں پہلے نقل کر چکا ہوں جو ۱۹۰۳ء کے اخبار بدر میں چھپی ہوئی موجود ہے "یاتی من بعدی اسمہ احمد سے مراد ہمارے سید و مولیٰ ہادی کامل خاتم النبیین رسول رب العالمین محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہی امر سچ ہے حکیم فضل الدین صاحب نے اگر اس کے خلاف لکھا ہے تو غلط اور بالکل غلط ہے" پھر اگر ۱۹۰۳ء تک حضرت مولوی صاحب کا یہ مذہب تھا تو تبدیل کب ہوا۔ اس کے بعد اور حضرت مسیح موعود کی زندگی کے اواخر ایام میں کتاب نورالدین چھپتی ہے۔ اور شائع ہوتی ہے۔ اس کے صفحہ ۲۳۳ پر نہایت صفائی سے لکھا ہے "وہ مرزا حقیقتاً واقعی طور پر عین محمدؐ احمدؐ نہیں بلکہ غلام احمدؐ ہے" پھر اگر ان کی کسی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہو کہ ہمارے امام کا نام احمد ہے۔ تو یہ یا تو وہی ظلیت کا رنگ ہے اور یا نام کو چھوٹا کر کے لکھدیا ہے۔ اور یوں احمد نام اگر لاکھوں آدمیوں کا بھی ہو تو کیا حرج ہے۔ ہاں جہاں عقیدہ کا معاملہ آیا وہاں صاف لکھدیا کہ وہ فی الواقع احمد نہیں بلکہ غلام احمد ہے۔ اس کے علاوہ درس کے نوٹ پیش کئے جاتے ہیں کہ کسی نے آپ سے پوچھا تھا کہ اس آیت مبشرا برسول کو کھول کر بیان کرو۔ اس کی رپورٹ اخبار بدر میں بدیں الفاظ درج ہے۔

"اس سورت کی تفسیر میں آپ نے ثابت کیا کہ جس احمد کی بشارت اس سورہ

شریف میں ہے وہ مثیل مسیح ہے .... فرمایا میں اپنی ذوقی باتیں کم بیان کیا کرتا ہوں۔ سائل تو صرف احمد کے متعلق کھول کر بیان چاہتا ہے۔ یہاں تو خدا نے احمدؐ کے بعد نور کی طرف بھی قرآن شریف میں اشارہ کر دیا ہے۔ آگے دین کا لفظ بھی ہے۔ اور اس نور کو نہ ماننے کے متعلق بھی کہا ہے ولو کرہ الکافرون ؎

حضرت مولوی صاحب مرحوم نے جو کچھ اس موقعہ پر کہا اس کے متعلق تو خود انہوں نے فرما دیا کہ یہ ایک ذوقی بات ہے۔ ذوقی باتوں پر کوئی بنائے اعتقاد نہیں رکھی جاتی۔ اور اگر یہی بنیاد دین ہے تو پھر دوسرے حصہ کو بھی ساتھ ہی قبول کرنا چاہئے کہ اس سورت میں نورالدینؓ کی پیشگوئی بھی ہے۔ اور اس نورالدین کو نہ ماننے والے بھی کافر ہیں۔ جب حضرت مولوی صاحب کے اپنے ہاتھ کی شائع شدہ عبارات موجود ہیں جن میں پیشگوئی کا حقیقی اور صحیح مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے والے کو جھوٹا کہا ہے۔ اور حضرت صاحب کے عین احمد ہونے سے انکار کیا ہے۔ تو اس کے بالمقابل ایک ذوقی بات جو درس میں کہی ہو اس کو لے دوڑنا کسی نیک نیتی پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ اور شائع شدہ درس کے نوٹوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے مبشر عیلے فارقلیط (دیکھو صفحہ ۳۳۸) پھر جس کے متعلق عیلے کا قول مبشرا نقل کیا ہے وہ مبشر نہیں تو اور کون ہے۔

اس کے علاوہ ایک تحریر پیش کی جاتی ہے۔ جو ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری نے شائع کی ہے۔ حالانکہ سنہ ء میں جو تعلق ڈاکٹر نور محمد صاحب کا سلسلہ سے تھا وہ میاں صاحب سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت مولوی صاحب اپنی مطبوعہ تحریروں میں اپنا ایک عقیدہ شائع کرتے ہیں۔ تو ان کے خلاف کوئی تحریر جس کا نہ سر ہے نہ پیر نہ تاریخ کیونکر قبول کی جا سکتی ہے۔ اور اگر مولوی صاحب مرحوم کا یہ عقیدہ تھا کہ مرزا صاحب ہی احمد رسول ہیں تو پھر سنہ ۱۹۱۳ء میں مولوی ظہیرالدین صاحب کو انہی عقاید کی وجہ سے جماعت سے خارج کیوں کیا۔ جب مولوی ظہیرالدین صاحب نے اپنے عقائد حضرت مولوی صاحب مرحوم کو لکھے تو اس پر

یہ جواب اس کو ملتا ہے۔

"عزیزمن السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا ایک خط سرخی سے لکھا ہوا مدت کے بعد میرے بستہ سے میرے سامنے آیا۔ جہاں تک میں غور کرتا ہوں آپ کے معلومات قرآن اور حدیث کے متعلق وسیع نہیں اور مجھے یقین ہے کہ جہاں تک میں نے مرزا صاحب کی صحبت کو اٹھایا ہے آپ کو اتنا موقع نہیں ملا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مرزا صاحب کا مطلب یہ تھا کہ ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا   ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

میں نے چھوٹے چھوٹے مسایل میں بھی ان کو دیکھا ہے کہ نصوص نبویہ کی اصیلج کو ظاہر فرمایا کرتے تھے ... بعض جزئی مسایل بھی جب ان کے پیش ہوئے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے متعلق حدیث میں تلاش کرو .... آپ کی جوشیلی طبیعت آپ کو مجبور کرتی ہے۔ بہرحال میں آپ کے خیال اور تحقیقات کو غلط یقین کرتا ہوں۔ اور نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اپنے آپ کو اور مرزا صاحب کی جماعت کو کسی ابتلا میں نہ ڈالیں اس میں تمہارا بھلا ہوگا" ۶ جنوری ۱۹۱۳ء

افسوس ہے کہ جس ابتلا کا فکر مولوی ظہیر الدین کی طرف سے تھا اس میں میاں محمود احمد صاحب نے جماعت کو ڈالا۔ اور ان کی جوشیلی طبیعت نہ رکی بہرحال جس طرح حضرت مسیح موعود کا دامن اس الزام سے پاک ہے کہ آپ نے کبھی یہ کہا ہو کہ پیشگوئی مبشراً برسول کا حقیقی اور اصلی مصداق میں ہی ہوں۔ اسی طرح پر حضرت مولنا مولوی نور الدین صاحب مرحوم کا دامن بھی اس الزام سے پاک ہے کہ آپ کا عقیدہ اسمہ احمد کے بارے میں اس سے کچھ تبدیل ہو گیا تھا۔ جو ۱۹۰۳ء میں آپ کے متعلق شایع ہوتا ہے اور جو بعد میں خود آپ کی اپنی تصنیف میں نظر آتا ہے۔ مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب تو نہایت صراحت سے ان مخالفوں کو جواب دے چکے تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود پر اس پیشگوئی کا مصداق حقیقی اپنے آپ کو قرار دینے کا الزام لگایا تھا۔ اور آپکی بہترین متواتر تصنیف

تحذیر المومنین تک الشک ۔ آیات الرحمن میں اس الزام کا جواب پایا جاتا ہے
جو ن میں سے آخری سنہ ۹۹ء یا سنہ ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی ۔ کیا انقلاب زمانہ ہے
کہ ایک وقت وہ تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی ثناء اللہ امرتسری مولوی
انوار اللہ خاں حیدر آبادی ۔ مولوی الٰہی بخش لاہوری حضرت مسیح موعود پہ یہ
اعتراض کیا کرتے تھے کہ اس شخص نے ازالہ اوہام میں پیشگوئی مبشرا برسول
یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق حقیقی اپنے آپ کو ٹھیرا کر اس پیشگوئی
کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہونے سے انکار کیا ہے ۔ اور جواب
دینے والے کہ الزام جھوٹ ہے ۔ خود حضرت مسیح موعود تھے ۔ مولینا مولوی سید
محمد احسن تھے اس کا ذب کرنے والے حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم تھے
مفتی محمد صادق جیسے لوگ ڈائریاں مرتب کرتے تھے ۔ الحکم اور بدر میں یہ تقریریں
چھپتی تھیں کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پوری
ہو گئی ۔ اور اب وہ وقت ہے کہ وہی الزام دینے والے خود میاں محمود احمد ہیں ۔
جس کام کی ابتدا سلسلہ کے نیست و نابود کرنے کے لئے مخالفین نے کی تھی اسی
کی بنیاد پر اب میاں صاحب نے عمارت شروع کر دی ہے ۔ اور وہی مریدین
جو پہلے اس الزام کو مخالفوں کا افترا قرار دیا کرتے تھے ۔ اب مرشد کی بات پہ
آمنا ہی نہیں سبحان اللہ کے نعرے لگا رہے ہیں ۔ کبھی مولوی ثناء اللہ کا جواب سید
صادق حسین نے یوں دیا تھا ۔ ناظرین ازالہ اوہام کی اصل عبارت یہ ہے
جس کو امرتسری ...... نے تحریف و تبدیل کے ساتھ نقل کر کے حضرت مرزا
صاحب پہ یہ افترا کیا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اس پیشگوئی
کے مصداق نہیں بلکہ میرے حق میں ہے ۔ .... الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین
(جواب ثنائی ہفوات صفحہ ۸۸) اب وہی سید صادق حسین القول الفصل میں
انوار خلافت میں یہی عبارتیں پڑھ کر اپنے پیر کو یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ مولوی
ثناء اللہ کی گدی پر کیوں بیٹھ گئے ہیں ۔ اور جو افترا اس نے کیا تھا اس کو نا تھدیا

لیکن اب آپ نے مولوی ثناء اللہ کی طرح سلسلہ کو نیست و نابود کرنے کی کیوں ٹھان لی ہے مطففین کی آیت بھی بھول گئی۔ مخالف وہی بات کہے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا حکم جاری ہوتا ہے۔ اور مسیح موعود پر اسے افترا قرار دیا جاتا ہے۔ پیر کے مونہہ سے نکلے تو سبحان اللہ کی آواز بلند ہوتی ہے۔ اسی طرح مولوی انوار اللہ حیدر آبادی کا جواب میر محمد سعید حیدر آبادی یوں دیتے ہیں "اور یہ بھی تمہارا صریح جھوٹ ہے جو لکھتے ہو۔ کہ مرزا صاحب آیت یاتی من بعدی اسمہ احمد کی بشارت کو نعوذ باللہ رسول مقبول صلعم سے ہٹا کر اولاً اپنے ہی لئے ثابت کرتے ہیں۔ ھذا بہتان عظیم وقول الزور۔۔۔۔۔۔۔ متکلم کی مراد یہ ہے کہ اس بشارت کے مصداق اول صرف آنحضرت ہی ہیں" (انوار اللہ صفحہ ۲۵۵)

اس قوم کی حالت پر رونا آتا ہے جو کل تک حضرت مسیح موعود پر اس بات کو افترا اور بہتان قرار دیتی تھی۔ آج یا خاموش ہے یا انہی باتوں کو سن کر سبحان اللہ کے نعرے بلند کرتی ہے +

کیا احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام تھا

محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں ناموں سے ہر ایک مسلمان کے کان ایسے آشنا ہیں کہ کوئی محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا احمد صلے اللہ علیہ وسلم کہے سننے والا فوراً سمجھ لیتا ہے کہ مراد بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور یہ الفاظ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہ تھا صفت احمد تھی میاں محمود احمد صاحب کی زبان سے نکلنے سے پہلے سوا تیرہ سو سال کے اندر کسی مسلم یا غیر مسلم دوست یا دشمن کے مونہہ سے نہیں سنے گئے۔ نام ایک ایسی چیز ہے کہ جب کسی شخص کا کوئی نام مشہور ہو تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس کا نام ہے۔ اگر فی الواقعہ وہ نام نہ ہوا اور غلطی سے مشہور ہو گیا ہو تو اب یہ ثبوت دینا اس شخص کا فرض ہے جو یہ دعوےٰ کرتا ہے۔ اور اس کے

لئے کوئی شہادت پیش کرنی چاہئے۔ پس جب احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام امت میں مشہور چلا آتا ہے۔ حتی کہ مخالفین نے بھی اس سے انکار کبھی نہیں کیا۔ اور خود میاں صاحب بھی آج سے چند روز قبل احمد سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی لیتے تھے۔ تو اب وہ دلایل ان کو دنیا کے سامنے پیش کرنے چاہئیں جن سے معلوم ہو کہ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہ تھا۔ مگر اس کا بار ثبوت اپنے ذمہ لینے سے میاں صاحب انکار کرتے ہیں۔ اور جو دلیل انکار کی پیش کی جاتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ کلمہ شہادت میں آپ کا نام احمد نہیں۔ اذان میں آپکا نام احمد نہیں۔ خطوط پر آپکا نام احمد نہیں۔ کسی صحابی نے آپ کا نام احمد کرکے نہیں پکارا۔ نہ تاریخ سے ثابت ہے کہ آپ کا نام احمد رکھا گیا۔ نہ کسی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ کا نام احمد رکھا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ اس بات کی کیا سند ہے کہ اگر کلمہ شہادت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم احمد بھی آجاتا یعنی ایک قرأت کلمہ شہادت کی یوں بھی ہوتی کہ اشھد ان احمد رسول اللہ یا پنجوقتہ اذان میں کبھی یہ نام بھی آجاتا۔ یا درود میں یہ نام مذکور ہوتا تو میاں صاحب مان لیتے کہ واقعی اب آپ کا نام احمد ثابت ہو گیا ہے۔ قرآن کریم میں صاف لکھا ہے مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاءھم بالبینات یعنی وہ احمد آ بھی گیا تو کیا آپ نے مان لیا۔ بلکہ اس صریح آیت کو ماننے کے بجائے یہ کہدیا کہ یہاں ماضی سے مراد مستقبل ہے۔ اور اس سے مراد مرزا صاحب کو لے لیا۔ اگر کلمہ شہادت کی کوئی قرأت احمد رسول اللہ بھی ہوتی تو میاں صاحب کہہ دیتے کہ یہ دوسری قرأت اسی غرض کے لئے ہے کہ کسی زمانہ میں احمد رسول آنے والا تھا۔ اور یہ اذان میں بھی اسی لئے رکھا گیا ہے اور درود بھی انبیاء پر بھیجنا ضروری ہے۔ جب قرآن کریم کی صاف آیت میں تحریف کر لی جاتی ہے۔ تو اگر کلمہ میں احمد آجاتا تو پھر میاں صاحب کا جادو اور بھی موثر ثابت ہوتا۔ اور آج یہ مصیبت جو میاں صاحب کو پیش آتی ہے کہ باوجودیکہ اعتقاد یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے سے اب اسلام میں انسان داخل

نہیں ہوتا مگر کلمہ شہادت کو تبدیل کرنے سے ڈرتے ہیں اور گو ایک طرف کہتے ہیں کہ اب آخری نبی مرزا صاحب ہیں انہی پر ایمان لانا اسلام میں داخل ہونے کے لیئے ضروری ہے مگر اذان میں دنیا کو یہی سناتے ہیں کہ اشہد ان محمد الرسول اللہ۔ اگر کلمہ میں اور اذان میں احمد کا نام لینا بھی جایز ہوتا تو کس سہولت سے کلمہ اور اذان دونوں میں تبدیلی ہو جاتی پس اس لئے اللہ تعالے نے یہ اجازت نہیں دی۔ کہ تا وہ لوگ جو دین اسلام کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں اپنے ارادوں میں ناکام رہیں۔ اور جب بلند آواز سے لوگوں کو سنا رہے ہوں کہ اشہد ان محمدا رسول اللہ تو دل اندر سے جل رہا ہو۔ کہ اب زمانہ تو تھا مرزا صاحب کا نام لینے کا اور لینا پڑتا ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ علاوہ ازیں یہ تو ہر ایک شخص جانتا ہے کہ ایک نام کے زیادہ مشہور ہونے سے دوسرے نام کا ابطال لازم نہیں آتا۔ میاں صاحب سے بڑھکر اور کس کی شہادت معتبر ہو سکتی ہے "ہم تو دیکھتے ہیں کہ اسم ذات بھی بعض دفعہ ایک سے زیادہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ہمارا ہی چھوٹا بھائی تھا جس کا مبارک احمد بھی نام تھا۔ اور دولت احمد بھی" (انوار خلافت صفحہ ۱۶۶) اگر میاں صاحب اسی پر غور کر لیتے تو آنحضرت کے احمد نام ہونے کے انکار سے بچ جاتے یہ کس طرح ثابت ہو کہ مبارک احمد کا دوسرا نام دولت احمد بھی تھا۔ فرض کرو ایک صدی ہی بغیر کسی جھگڑے کے گذر جائے اور اس وقت کوئی شخص یہ کہے کہ مبارک احمد کا نام دولت احمد نہ تھا۔ اس لئے کہ حضرت مسیح موعود نے جہاں جہاں اس بچے کا ذکر کیا ہے۔ مبارک احمد ہی نام لیا ہے۔ مثلاً تریاق القلوب میں۔ حقیقۃ الوحی میں پھر بول چال میں لوگ اسے مبارک احمد ہی پکارتے تھے۔ باہر سے جو لوگ آتے تھے وہ اس کا نام صرف مبارک احمد ہی جانتے تھے۔ اس کی وفات پر جو خطوط حضرت صاحب نے لکھے یا مضامین اخباروں میں لکھے گئے۔ ان میں بھی مبارک احمد ہی نام لکھا گیا۔ حضرت صاحب نے جو اس کی وفات پر اشتہار لکھا اس میں بھی مبارک احمد ہی نام لکھا ہے۔ اس کے سنگ مزار پر بھی مبارک احمد ہی لکھا ہوا ہے۔ پس اس قدر شہادتوں کے ہوتے ہوئے کوئی شخص اسی طرح میاں صاحب کی روایت کو کذب کی طرف منسوب کر سکتا ہے جس طرح میاں صاحب

نے احمد نام رکھا جانے کی روایتوں کو کذب کیطرف منسوب کر دیا ہے۔ افسوس ہے کہ جب آپ کے سامنے یہ نظیر موجود تھی کہ آپکے ہی بھائی کے دو ناموں میں سے ایک کس طرح شہرت پا گیا۔ اور دوسرے کو کوئی جانتا بھی نہیں تو پھر اتنی سمجھ کیوں نہ رہی کہ اسم محمد صلعم زیادہ شہرت پا گیا۔ یہ ایک معمولی بات تھی +

اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ کلمہ طیبہ میں محمدؐ رسول اللہ کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا۔ اوّل تو یہ لفظ خود قرآن کریم سے لیے گئے ہیں دوسرے احمد کے معنے ہیں بہت تعریف کرنیوالا محمد کے معنے ہیں بہت تعریف کیا گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پہلے احمد بنے اور پیچھے محمدؐ بنے۔ یہی وجہ ہے جو کہا گیا ہے کہ اسم احمد کو اسم محمد پر سبقت ہے۔ پس محمد کے اندر احمد بھی آ گیا۔ تیسرے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جلالی نام ہے۔ آنحضرت صلعم کی شوکت اور جلال کو دنیا میں ظاہر کرنیوالا ہے۔ اسلیئے ضروری تھا کہ وہی نام کلمہ اور اذان کے اندر ہوتا۔ اور پھر دوسری قرات کس طرح جائز ہو سکتی تھی۔ اس سے تو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالے دین اسلام کو ایک رکھنا چاہتا تھا۔ جب قرآن کو بھی ایک ہی رکھا اور کوئی دوسری قرات تلاوت میں اور تحریر میں باقی نہیں رکھی تو پھر کلمہ میں کسطرح اختلاف ہوتا۔ مگر یہ کہنا کہ چونکہ کلمہ میں احمد نہیں اسلیئے آپ احمد نہ تھے ایسا ہے جیسا کوئی کہدے کہ کلمہ میں رسول اللہ کہا ہے نبی اللہ نہیں کہا اسلیئے آپ نبی نہ تھے۔ یا آپ کو نبی کہنا جائز نہیں۔ ہم محمد رسول ہی پڑھینگے۔ مگر ہمارا اعتقاد یہی ہے کہ آپ محمد بھی تھے اور احمد بھی۔ اور رسول اللہ اور نبی بھی +

میاں صاحب کہتے ہیں احمد نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعد میں بنایا گیا "پس آپ ان حوالجات کی مزید تحقیقات فرمائیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ کیسی کچی اور ناقابل اعتبار روایات ہیں جو صرف عیسائیوں کے اس اعتراض سے بچنے کیلیئے وضع کر لی گئی تھیں کہ تم تو احمد کی پیشگوئی انجیل میں کہتے ہو مگر تمہارے نبی کا نام تو احمد نہیں" (القول الفصل صفحہ ۳۰) میاں صاحب بار بار مطالبہ کیا گیا کہ بجائے خدا وہ اُس عیسائی کا نام لیں۔ جس نے ان احادیث سے پہلے یہ لکھا ہو

کہ احمد تمہارے نبی کا نام نہیں جب امر کے متعلق دوسرے پر کوئی الزام قائم کیا جائے اسکی کوئی شہادت بھی تو ضروری ہے۔ مگر اسکا جواب نہیں پایا جاتا +

امر واقعہ یہ ہے کہ آپ کا اسم احمد آپ کی سب سے پہلی سیرت جو لکھی گئی ہے اسمیں موجود ہے یعنی سیرۃ ابن ہشام میں اور اسمیں کئی ایک اشعار میں آنحضرت صلعم کا نام احمد آتا ہے۔ ایک میں ہے۔ لننصر احمد واللہ حتیٰ۔ ایک میں ہے۔ یعنی اصطفی احمد المصطفیٰ۔ ایک میں ہے فاصبح احمد فینا عزیزا۔ ایک میں ہے وقلن لاحمد ذرنا قلیلا۔ میاں صاحب کہتے ہیں صحابہ کو احمد نام معلوم نہ تھا حالانکہ حسان بن ثابت کا شعر مشہور ہے۔

صلی الالہ ومن یحف بعرشہ والطیبون علی المبارک احمد

اور زرقانی میں پہلی جلد کے صفحہ ۶ پر اسم احمد کا ذکر کر کے لکھا ہے۔ وھو اسم لم یتسم بہ احد قبلہ قال الحافظ والمشہور ان اول من سمی بہ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم والد الخلیل۔ یعنی یہ نام ہے جو آنحضرت صلعم سے پہلے کسی کا نام نہیں رکھا گیا حافظ کہتا ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ سب سے پہلا آدمی جس کا نام آپ کے بعد احمد رکھا گیا وہ خلیل کا والد ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نام احمد رکھا گیا۔ کیونکہ یہاں دو باتوں کا اور ساتھ ذکر ہے۔ اول یہ کہ آپ سے پہلے کسی کا نام احمد نہیں رکھا گیا۔ دوسرے یہ کہ آپ کے بعد پہلے فلاں شخص کا نام احمد رکھا گیا۔ زاد المعاد میں ہے۔ وتامل کیف اشتق للنبی صلعم من وصفہ اسمان مطابقتان لمعناہ وھما احمد ومحمد۔ غور کرو کہ کس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے اسکے وصف سے دو نام مشتق ہوئے جو اسکے معنے کے مطابق ہیں اور احمد اور محمد ہیں۔ غرض سیرت کی سب کی سب کتب ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ کے دو ناموں محمد اور احمد پر اتفاق کرتی ہیں۔ اگر یہ محض وصف ہوتے تو یہ نہ کہا جاتا کہ آپ کے وصف سے یہ مشتق ہوئے ہیں۔

میاں صاحب نے مفسرین کے متعلق لکھا ہے کہ وہ احمد کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام تسلیم نہیں کرتے "ان کی کتب کو اگر آپ دیکھیں تو اعلے درجہ کی تفاسیر اس مضمون سے خالی ہیں بلکہ یہ لکھ دیا ہے کہ یہ صفت احمدیت کی پیشگوئی تھی اور یا یہ لکھ دیا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ آسمان پر آپ کا نام احمد تھا" (القول الفصل صفحہ ۳۰) معلوم نہیں وہ اعلے درجہ کی تفاسیر

کونسی ہیں اور کس تفسیر میں یہ لکھا ہے۔ چند حوالجات میں بتاتا ہوں۔ روح المعانی میں اسمہ احمد کے نیچے ہے۔ وھذا الاسم الجلیل علم لنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ بزرگ اسم علم (اسم ذات) ہمارے نبی محمد صلعم کیلئے ہے۔ بحر المحیط میں ہے۔ واحمد علم منقول من المضارع المتکلم اور احمد علم ہے جو مضارع متکلم سے منقول ہے فتح البیان میں ہے اسمہ احمد ھو نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وھو علم منقول من الصفۃ یعنی احمد ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ علم ہے جو صفت سے منقول ہے۔ پس اعلےٰ درجہ کی تفسیریں تو اسے اسم ذات ہی قرار دیتی ہیں۔ ہاں فتح البیان میں آگے اتنے لفظ آتے ہیں جن پر میاں صاحب نے ساری عمارت بنائی۔ وقال الکرخی انما خصہ بالذکر لانہ فی الانجیل مسمی بھذا الاسم ولانہ فی السماء احمد۔ اور کرخی کہتا ہے۔ اسکو خصوصیت سے ذکر کیا۔ کیونکہ آپ کا انجیل میں یہی نام آیا ہے اور اسلئے کہ آپ آسمان میں احمد ہیں۔ اب میاں صاحب نے آسمان کے لفظ کو تو لیلیا۔ اور باقی باتوں کو چھوڑ دیا۔ اسی تفسیر میں اُسے علم یعنی اسم ذات لکھا ہے۔ اور میاں صاحب کہتے ہیں تفاسیر اسے اسم ذات قرار نہیں دیتیں۔ وہیں یہ لکھا ہے کہ انجیل میں آپ کا نام احمد ہے۔ اور میاں صاحب اسے غلط ٹھیراتے ہیں۔ باقی رہا آسمان پر احمد نام ہونا۔ سو یہ کوئی اُسکے منافی نہیں کہ دُنیا میں نام احمد نہ ہو۔ بلکہ اُس کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ واقعی خدا کے نزدیک بھی آپ کا اسم مبارک احمد ہے۔ اور وہ پیشتر سے احمد قرار پا چکا تھا۔ پس خود فتح البیان میں نواب صدیق حسن خان نے بھی احمد نام آپ کا اسم ذات قرار دیا ہے۔ اور اس کا انجیل میں ہونا بھی مانا ہے۔

میاں صاحب کا اپنا طرز استدلال تو یہ ہے کہ نواب صدیق حسن خان نے فتح البیان میں انجیل برنباس کا حوالہ دے کر یہ لکھ دیا کہ اُس میں یہ لفظ آئے ہیں لیکن ھذہ الاھانۃ والاستھزاء بیبقیان الی ان یجیئ محمد رسول اللہ تو اس پر آپ فرماتے ہیں کہ یہ حوالہ ہمارے موجودہ اختلافات سے پہلے کا ہے۔ اور نواب صدیق حسن خان کے قلم سے نکلا ہے۔ پس یہ حوالہ نہایت معتبر ہے بہ نسبت اُن حوالجات کے جو اب ہم کو مدنظر رکھ کر

گھڑے جاتے ہیں! اور اسی حوالہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام انجیل میں آیا ہے"۔ اور اس بناء پر سوائے اپنے ساری دنیا کو قرآن کریم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا ٹھیراتے ہیں"۔ اور کیا اس پیشگوئی کو آپ پر چسپاں کرنیوالا قرآن کریم پر غلط بیانی کا الزام نہیں لگاتا کہ انجیل میں تو محمد نام لکھا تھا۔ لیکن قرآن کریم احمد نام بتاتا ہے ایسا شخص ذرہ غور تو کرے کہ اس کی یہ حرکت اُسے کس خطرناک مقام پر کھڑا کر دیتی ہے۔ اور وہ اپنا شوق پورا کرنے کیلئے قرآن کریم اور رسول کریم کی بھی تکذیب کر دیتا ہے اول تو یہ سوال ہے کہ وہ کونسے حوالے ہیں جو ہم نے **اب** آپ کو مدنظر رکھ کر گھڑے ہیں۔ مریدوں کے سامنے نہ سہی کیا عند اللہ آپ اس قسم کی دروغ بیانیوں کے ذمہ وار نہیں آپ تو دوسروں کے دین و دنیا کے ذمہ وار بنتے ہیں۔ پہلے اپنے نفس کی فکر کرو کہ ایک چھوٹا شوق آپ کو کہاں سے کہاں لے جا رہا ہے۔ اب ایک طرف تو چونکہ نواب صدیق حسن خان لکھ دیا کہ انجیل برنباس میں محمد لفظ آیا ہے۔ تو وہ آسمان سے اترا ہوا قول فرض کرکے اُس پر اس قدر زور دیا جاتا ہے کہ اگر اُسکو نہ مانو گے تو قرآن کریم اور رسول کریم کی بھی تکذیب کرنیوالے ٹھیرو گے۔ اور اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے الفاظ بھی اسمی فی الانجیل احمد میرا نام انجیل میں احمد ہے ردی میں پھینک دیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ اسی انجیل برنباس میں مسیح کے زندہ آسمان پر جانے کا قصہ بھی موجود ہے معلوم نہیں اسکی بنا پر وفات مسیح کے انبار در انبار تحریروں کو میاں صاحب پس پشت پھینکنے کیلئے تیار ہونگے یا نہیں۔ اور دوسری طرف جب اسی فتح البیان میں ہی نواب صدیق حسن خان نہ صرف انجیل میں نام احمد ہونا ثابت کرتے ہیں۔ بلکہ اُسکو علم یعنی اسم ذات بھی قرار دیتے ہیں۔ تو اسکا نام تک نہیں لیتے۔ حالانکہ بات سیدھی تھی۔ انجیل برنباس تو مسیحیوں نے وضعی قرار دیا ہے جو اُن کے ہاں کی مسلمہ اناجیل ہیں اُن میں اسم احمد ہی ہے۔ جو اب تک بصورت فارقلیط موجود ہے۔ گو اپنی اصلیت پر باقی نہ رہا ہو۔ اور جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ اسمی فی الانجیل احمد اور فرماتے ہیں۔ انا بشارۃ عیسیٰ اور فرماتے ہیں انا احمد تو یہ بڑا ہی دل گردہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ان تمام باتوں کو ردی میں پھینک دیا جائے۔ اسلئے کہ برنباس کی انجیل میں لفظ محمد آیا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ

اگر محمد نام بھی آیا ہو تو کیا حرج ہے۔ مگر احمد تو بہرحال یقیناً ثابت ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زبان مبارک سے انجیل میں اپنا نام احمد بتاتے ہیں +

میاں صاحب کے دینے کے بٹے اور ہیں اور لینے کے بٹے اور۔ جب حضرت مرزا صاحب کا نام احمد ثابت کرنے لگتے ہیں تو اُس وقت تو یہ بھی قائل بن جاتے ہیں کہ غلام ایک خاندانی علامت ہے حالانکہ حضرت مسیح موعود کا خاندان جب سے ہندوستان میں آیا خاندان یاسٹ ہا اور اس سے پہلے ایران میں بھی آپ اُن کا غلام ہونا ثابت نہیں کر سکتے اور تعجب یہ کہ مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ اور اُن کے والد مرزا عطا محمد تیسرے دادا کے نام میں یعنی غلام کا لفظ نہیں۔ اور یہ خاندانی علامت بن گئی۔ کیا اب میاں صاحب اپنا شوق پورا کرنے کیلئے حضرت صاحب کے خاندان کو غلاموں کا خاندان قرار دے کر اُن کی ہتک نہیں کرتے پھر فرماتے ہیں کہ چونکہ غلام احمد کی ترکیب صحیح نہیں۔ اس لئے اُن کا نام احمد ہی ہے اس لحاظ سے اُنکے بڑے بھائی کا نام غلام قادر درست نہ ہوا بلکہ قادر ہوا۔ میاں صاحب کا ایک مرید غلام نبی نام قادیان میں ہے۔ اُسکے نام کی صحت کر کے آئندہ اُسکو نبی کے نام سے پکارنا چاہئے۔ بلکہ اس نام کے تو بہت سے مرید ہیں غلام رسول غلام نبی تو اُن کے اصل نام بموجب اس قاعدہ کے رسول اور نبی ہو گئے۔ اور مرزا غلام اللہ تو اللہ ہی بن گئے اور میں پوچھتا ہوں کہ یہ بھی کوئی دلیل ہے کہ چونکہ فلاں شخص کا نام ماں باپ نے رکھا اُسکی ترکیب بروے قواعد صحیح نہیں بنتی۔ اسلئے اُس کا وہ نام نہیں بلکہ ہم خود اسکی ترکیب صحیح کر کے اُس کا ایک نام رکھ دینگے۔ اور یہی نہیں۔ بلکہ اُسکو ماں باپ کا رکھا ہوا نام قرار دیں گے۔ یہ عجیب استدلال ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کا نام جب تک الہام میں احمد وارد نہیں ہوا اُس وقت تک آپ نے اپنے آپ کو اُس نام سے یاد نہیں کیا۔ اور آپ کے والد کے تو قطعاً وہم میں بھی نہ تھا۔ کہ میرے بیٹے کا نام غلام احمد نہیں احمد ہے۔ غلام قادر نہیں قادر ہے۔ اور اگر کہو کہ میں احمد آباد اور قادر آباد جو دو گاؤں دو بیٹوں کے نام پر بسائے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ جتنے نام دیہات کے رکھے جاتے ہیں وہ ہمیشہ نام کے ایک جزو پر ہی رکھے جاتے ہیں بہرحال کس قدر جد و جہد سے حضرت صاحب کا نام احمد بنایا جاتا ہے

حالانکہ اسکی سیدھی تشریح خود حضرت نے اپنے قلم سے کر دی ہے "ایک وحی میں خدا تعالےٰ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا یا احمد جعلت مرسلا اے احمد تو مرسل بنایا گیا یعنی جیسے کہ تو بروزی رنگ میں احمد کے نام کا مستحق ہوا حالانکہ تیرا نام غلام احمد تھا سو اسطرح بروز کے رنگ میں نبی کے نام کا مستحق ہے" (ریویو آف ریلیجنز جلد ۳ صفحہ ۱۸۴) اسی طرح یہ تحفہ گولڑویہ میں صاف اپنے آپ کو مجازی احمد لکھا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اسم احمد اللہ تعالےٰ نے آپ کو فنا فے الرسول کے مقام کی وجہ سے عطا فرمایا۔ یہ نہیں کہ ماں باپ نے احمد نام رکھا تھا حضرت صاحب کی کسی تحریر یا تقریر میں ہرگز نہیں پاؤ گے۔ کہ میرا اصل نام احمد تھا۔ اور نہ آپ نے خود اُس سے پہلے کبھی اپنے آپ کو احمد لکھا نہ آپ کے رشتہ دار والد چچا بھائی کبھی آپ کو احمد کر کے پکارتے تھے۔ بلکہ بعد میں بھی زیادہ استعمال اسی نام غلام احمد کا ہے۔ سارے خطوط پر ہمیشہ مرزا غلام احمد ہی لکھتے تھے۔ کتابوں پر بھی عموماً یہی نام پایا جاتا ہے سوائے بیعت کے کہ انہیں آپ نے احمد نام اختیار کیا۔ تا کہ آپ کی بیعت کوئی اسلام سے الگ بیعت نہ سمجھی جائے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میاں صاحب کو یہ اصرار ہے کہ نہیں حضرت صاحب کا نام والدین نے ہی احمد رکھا تھا۔

دوسری طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا احمد اسم علم ہوتے پر اسقدر شہادتوں کے ہوتے ہوئے عموماً انکار ہو رہا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہ تھا اور نہ والدین نے یہ نام رکھا۔ احمد ایک معنے سے محمد (صلعم) کے ہم معنی ہے۔ اور اسلئے یہ ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں کہ احمد نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے رکھا تھا۔ اور جب میاں صاحب کو یہ علم ہو جائیگا کہ پیشگوئی تو ہر حال میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی ہے اور یہی مذہب حضرت مسیح موعود کا بھی تھا۔ تو شاید وہ احمد کے والدین کی طرف سے نہ رکھا جانے پر اصرار بھی ترک کر دینگے۔ کیونکہ جب امت کے اندر یہ دو نام محمد اور احمد مسلم اور مشہور چلے آتے ہیں۔ اور تیرہ میں صاف طور پر پایا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد رکھا گیا تو والدہ یا دادہ یا کسی اور نے رکھا اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں چونکہ یہ دونوں نام صفت سے منقول ہیں اور اپنے معنے کے لحاظ سے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر صادق

آتے ہیں۔ اسلئے بذریعۂ الہام اُن کا منکشف ہونا ایک امر بیّن ہے۔ اہل لغت اہل تفسیر اہل سیر کا محمد اور احمد کو آپکے اسم علم قرار دینا اسبات پر شاہد ہے کہ ان ناموں کو آپکے دوسرے اسماء پر کوئی ترجیح حاصل ہے۔ دوسرے اسماء جیسے العاقب یا الحاشر یا الماحی یا المقفی یا نبی الرحمۃ یا نبی الملحمۃ وغیرہ کو تو کسی شخص نے اسم علم قرار نہیں دیا مگر محمد اور احمد دونوں کو متفق طور پر اسم علم قرار دیا ہے۔ یہ شہادت کافی ہے کہ یہ نام آپکے بچپن سے رکھے گئے تو ضرور یہی ہے کہ الہام الٰہی کی بناء پر رکھے گئے +

یہ کہنا کہ وہ حدیثیں جن میں ان ناموں کے رکھا جانے کا ذکر ہے۔ اُن کے راوی معتبر لوگ نہیں۔ اسلئے ہم اُن کو نہیں مانتے اسلئے غلط ہیں کہ جب یہ دو نام آپ کے اسقدر شہرت یافتہ ہیں تو اگر وہ احادیث نہ بھی ہوتیں تو بھی قیاس چاہتا تھا کہ یہ نام والدین ہی رکھے ہیں۔ وہ احادیث اگر اُن کے راوی کمزور بھی ہیں یا ناقابل اعتبار بھی ہیں تو خود احادیث اس لئے قابل اعتبار ہیں — کہ قرآن کریم کے اور احادیث صحیحہ کے وہ بالکل مطابق ہیں۔ اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں کسی راوی میں کمزوری ہونے کے یا اُس سے کبھی کذب صادر ہو جانے کے معنے نہیں ہوتے کہ اسکی کوئی بات بھی قابل اعتبار نہیں۔ الکذوب قد یصدق۔ راوی کتنے معتبر ہوں اگر ایک بات خلاف قرآن کریم کے ہے۔ تو اُسکو ہم قبول نہیں کر سکتے۔ راوی کتنے کمزور ہوں اگر ایک بات کی تصدیق قرآن کریم اور دوسری احادیث صحیحہ کرتی ہیں تو ہم اُسکو رد نہیں کر سکتے۔ وہ حدیث جس میں یہ آتا ہے۔ کہ جب آپ شکم آمنہ عفیفہ میں تھے تو فرشتہ نے کہا کہ اس کا نام محمد رکھنا بلحاظ سلسلۂ روایت وہ بھی کوئی اعلےٰ طبقہ کی حدیث نہیں۔ اسلئے کیوں قبول کر لیا گیا ہے۔ اسلئے کہ وہ دوسری احادیث صحیحہ کی مؤید ہے اور انکے مطابق ہے۔ احمد نام رکھنے پر تین حدیثیں ہیں جنمیں سے ایک میں طبری کا نام آتا ہے۔ اور باقی دو میں نہیں۔ اور ان تینوں میں یہ امر مسلم ہے کہ آپ کی والدہ کو یہ الہام ہوا تھا کہ اُس کا نام احمد رکھنا یہ اسکے خلاف نہیں کہ آپ کی والدہ کو یا جد کو محمد نام رکھنے کا حکم ہوا ہو۔ اور اُمت نے اپنے تعامل سے ان احادیث کی صحت کو قبول کر لیا ہے۔ کیونکہ ساری اُمت ہی آپکے دو نام

مانتی ہے۔ بلکہ عیسائی مورخین تک نے آپکے دونو نام تسلیم کئے ہیں۔ محمد بھی اور احمد بھی صلے اللہ علیہ وسلم۔ دیکھو میور کی لائف آف محمد جو اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ آپ کا نام احمد بھی رکھا گیا +
آپ کی سیرتوں میں بھی بالخصوص ان دو ناموں کا ذکر ہے۔ قرآن کریم میں بھی دونوں نام آئے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا بشارۃ عیسیٰ اُسکے ساتھ ہی لفظ بڑھاتے ہیں ورؤیا اُمّی اب اس حدیث کو میاں صاحب صحیح قبول کر چکے ہیں۔ اب بظاہر اس حدیث میں الفاظ رؤیا امی کا کوئی تعلق نہیں۔ ابراہیم اور عیسیٰ تو دو نبی ہیں۔ اسلئے اُن کی دعا یا بشارت ہونا ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور دونوں کا ذکر قرآن کریم میں خصوصیت سے پایا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم کی دُعا کا بھی اور حضرت عیسیٰ کی بشارت کا بھی دوسرے کسی نبی کی دعا یا پیشگوئی کا اس طرح تفصیل کے ساتھ ذکر نہیں۔ اور علاوہ ازیں جن الفاظ میں حضرت ابراہیم کی دُعا ہے اُسی رنگ میں بشارت عیسےٰ بھی ہے۔ کیونکہ ایک میں یہ ذکر ہے کہ ایسا نبی مبعوث فرما جو گناہوں سے پاک کرے۔ اور علم اور حکمت لوگوں کو سکھادے اور حضرت عیسیٰ کی بشارت کا بھی یہی منشاء تھا۔ کہ وہ احمد جو آرہا ہے۔ وہ تمام باتیں سکھائیگا۔ اور ہر ایک قسم کے گند اور آلائش سے پاک کرنا حمد الٰہی کے ہی قائمقام ہے تو گویا اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسے رسول کی بعثت کے لئے دُعا کی اُن کے آخری نبی حضرت عیسیٰ نے بشارت دی کہ "لو وہ نبی اب آتا ہے۔ اور جب وہ دُنیا میں ظاہر ہوتا ہے تو اُس سے پہلے ہی اللہ تعالےٰ آپ کی والدہ کو اُسکے نام احمد سے خبر دیدیتا ہے حالانکہ آپ کی والدہ کو کیا علم تھا کہ احمد کی پیشگوئی عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ غرض آپ نے اپنی صداقت پر یہ ایک عظیم الشان دلیل دی ہے۔ اور یہی عظیم الشان دلیل اسبات کو ثابت کرتی ہے کہ ذاتی آپکے اسم احمد کے متعلق آپ کی والدہ کو بشارت ہوئی صلے اللہ علیہ وسلم +

پس آپکے نام احمد رکھا جانے اور اس نام کے آپکی والدہ کو رؤیا میں بتایا جانے کا انکار وہی شخص کریگا۔ جس کے دل میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی عزت نہیں۔ اعلےٰ پایہ کی صحیح حدیثوں میں جہاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء کا ذکر کیا ہے وہاں محمدؐ اور احمدؐ

باقی اسماء سے الگ کئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انا محمد وانا احمد وانا الماحی والذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علیٰ قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی یہاں پانچ اسماء کا ذکر ہے۔ ان میں سے محمد و احمد صاف باقی صفاتی ناموں سے الگ کر دیئے ہیں۔ نہ ان پر ال آیا ہے نہ ان کے معنی بیان کئے ہیں اگر کسی حدیث میں باقی کے اسماء کے معنے بھی بیان نہ کئے ہوں تو الگ امر ہے لیکن اس حدیث متفق علیہ سے صاف شہادت ملتی ہے کہ محمد و احمد کو باقی اسمائے سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اور بہرحال ال کی تمیز تو وہاں بھی موجود ہے۔ غرض وہ روایات جن کو کمزور کہا جاتا ہے وہ اکیلی نہیں بلکہ انکی تائید اعلیٰ پایہ کی حدیثوں سے ہوتی ہے۔ حدیث کو ہم اسی صورت میں رد کر سکتے ہیں کہ قرآن کریم کے مخالف نظر آئے جن احادیث میں آپ کا اسم مبارک بجائے الہام احمد رکھا جانے کا ذکر ہے ان کو کسی حدیث نے وضعی نہیں کہا۔ یہ میاں صاحب کی جرأت ہے کہ بغیر صحیح علم ہونے کے جو دل میں آئے کہتے چلے جاتے ہیں۔ اور جس حدیث کو چاہتے ہیں وضعی بنا دیتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ لوگوں نے مانا ہوگا کہ احمد نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود نے نہیں مانا تو اس سے بڑھ کر کوئی افترا آپ پر نہیں ہو سکتا حضرت مسیح موعود کی تحریریں اس بیان سے بھری پڑی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے محمدؐ اور احمدؐ۔ اور آپ کی ساری تحریروں اور تقریروں میں کوئی شخص نہیں دکھا سکتا کہ آپ نے کبھی ایک بال برابر فرق بھی ان دونوں اسماء میں کیا ہو۔ بلکہ جیسا محمد کو آپ کا اسم مبارک مانا ہے اسیطرح احمد کو بھی آپ کا اسم مبارک مانا ہے۔ بطور نمونہ میں بہت تھوڑے حوالے دیتا ہوں :

"اور اس کے رسول اُمّی پر درود اور سلام ہو۔ جس کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہے یہ دونوں نام اسکے وہ ہیں کہ جب حضرت آدم کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کئے گئے تھے تو سب سے اول یہی دو نام پیش ہوئے تھے۔ کیونکہ اس دنیا کی پیدائش میں یہی دو نام علت غائی ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے علم میں یہی اشرف اور اقدم ہیں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بوجہ ان دونوں ناموں کے تمام انبیاء علیہم السلام سے اوّل درجہ پر ہیں۔ پھر لکھتے ہیں :-

"پس اس وجہ سے کوئی نبی یا رسول پہلے نبیوں اور رسولوں میں سے احمد کے نام سے

سوم نہیں ہوا۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے خدا کی توحید اور ثناء ایسی نہیں کی جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے +

اب غور کرو کہ سب سے اول حضرت آدم کے سامنے بھی یہ دونوں نام اکٹھے پیش ہوتے ہیں اور خدا تعالےٰ کے علم میں وہی اشرف اور اقدم ہیں۔ پھر تعجب کہ جب وہ ان دوناموں کا حقدار پورا ہو تو ایک نام اسکو ملجائے اور دوسرا نہ ملے۔ ایک کے متعلق آپ کی والدہ کو الہام ہو دوسرے کے متعلق نہ ہو" +

اعجاز المسیح میں ہے وسمی نبینا محمد و احمد اور خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی کا نام محمد اور احمد رکھا پھر ہے وکذالک سماہ احمد اور اسی طرح اللہ تعالےٰ نے اُس کا نام احمد رکھا۔ پھر ہے فان اللہ سماہ محمد و احمد پس تحقیق اللہ نے اس کا نام محمد اور احمد رکھا پھر ہے۔ فاللہ سمی محمد و احمد من رب الکونین۔ اسلئے ربّ کونین کی طرف سے آپکا نام محمد اور احمد رکھا گیا۔ پھر ہے۔ فلاجل ذلک سماہ اللہ محمد و احمد اسی وجہ سے اللہ نے اس کا نام محمد اور احمد رکھا۔ پھر ہے فوھب لہ اسم محمد و احمد پس آپ کو اسم محمد اور احمد عطا کئے"۔ دیکھو صفحہ ۹۹ سے ۱۱۹ تک +

اب اسکے کیا معنے ہیں کہ بار بار فرماتے ہیں کہ خدا نے آپکے یہ دو نام محمد اور احمد رکھے کیا خدا کا نام رکھنا یہی نہیں کہ بذریعہ الہام آپکے ہر دو نام بتلائے۔ پس جس طرح اسم محمد کے متعلق الہام درست مانا جاتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ احمد کے الہامی نام ہونے سے انکار کیا جاتا ہے۔ جب روایات دونوں کیلئے یکساں موجود ہیں۔ یا یہ بتایا جائے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی ساری تحریروں میں محمد اور احمد کے درمیان کوئی فرق یا کوئی ادنے امتیاز ہی دکھایا جائے۔ اس جرات پر حیرت ہے کہ حضرت صاحب تو جب ذکر کریں دوناموں کا ہی ذکر کریں اور یہ فرمائیں کہ خدا تعالےٰ نے یہ دو نام رکھے جس کا نتیجہ صاف ہے کہ جس طرح ایک رکھا اسی طرح دوسرا رکھا نہ یہ کہ ایک نام تو پیدائش کے وقت ملگیا تھا اور دوسرا ساٹھ سال بعد اور وہ بھی برائے نام گویا نام تو میاں صاحب کے نزدیک ملا ہی نہیں +

پھر جب اپنے سلسلہ کا نام تجویز کرتے ہیں تو پھر دو ہی ناموں کا تذکرہ فرماتے ہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے دو نام تھے ایک محمد صلے اللہ علیہ وسلم دوسرا احمد صلے اللہ علیہ وسلم"۔ پھر اسی کی تشریح آپ کی زبان سے اخبار الحکم میں یوں منقول ہے" حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دو ہی نام تھے محمد اور احمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرت کا اسم اعظم محمد ہے"۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ محمد صلعم اسم ذات ہے اور احمد صلعم صفاتی نام ہے۔ ہاں ایک اسم اعظم کہا ہے۔ اور یہی ان سے یہی وجہ ہے کہ اسم اعظم ہی کلمہ طیبہ میں اختیار کیا گیا۔ پھر آگے فرماتے ہیں۔ کہ "حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دو ہی نام تھے محمد اور احمد صلے اللہ علیہ وسلم (الحکم ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء) اب آپ کا بار بار یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے بلکہ یہاں تک فرمانا کہ دو ہی نام تھے دو حال سے خالی نہیں یا تو آپ ان دو اسماء کو دیگر اسماء سے کسی طرح ممتاز سمجھتے ہیں۔ اور یا آپ کو ازلی اسماء والی حدیث معلوم نہیں۔ اگر ایک آدھ مرتبہ یہ ذکر ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے تو ایک معمولی بات سمجھی جا سکتی تھی۔ مگر بیسیوں دفعہ یہ لکھنا اور بار بار دو ہی نام لکھنا بلکہ حصر تک کر دینا کہ دو ہی نام تھے صاف بتاتا ہے۔ کہ آپ ان دو نامونکو دوسرے اسماء سے کوئی امتیاز دے رہے ہیں۔ ورنہ یہ خیال نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ کو ایک ایسی مشہور حدیث بھی معلوم نہ تھی جو سب کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ اور وہ امتیاز یہی ہے کہ الماحی اور العاقب اور الحاشر اور المقفی اور نبی التوبۃ اور نبی الرحمۃ اور نبی الملحمہ نام آپکے بزرگوں نے نہ رکھے تھے۔ مگر ان دو اسماء پر اللہ تعالے نے آپکے والدہ کو یا دادا کو مطلع کر دیا۔ اور کم از کم حضرت مسیح موعود نے ان روایتوں کو صحیح قبول کر لیا ہے جن میں آپ کا نام محمد یا احمد آپ کی والدہ کو بذریعہ الہام بتایا گیا۔ ورنہ ان دو نامونکو بکرات و مرات بیان نہ فرماتے۔ حالانکہ دوسرے اسماء کا ذکر تک بھی نہیں۔ اسی بنا پر میں نے اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام میں لکھا تھا۔ کہ میاں صاحب کہتے ہیں ماں باپ نے آنحضرت کا نام احمد نہیں رکھا۔ اول تو یہ جھوٹ ہے مسیح موعود نے اسے تسلیم کیا ہے اور نہ بھی اسماء ہو تو یہ کہاں ضروری ہے۔ کہ پیشگوئی والا نام سچ مچ ماں باپ نے رکھا ہوا ہو"۔ بلکہ جب شیخ مولا بخش صاحب نے اپنے رسالہ بشارت احمد میں یہ لکھا کہ

حضرت صاحب نے بھی یہ کہیں لکھا ہے کہ آپ کی والدہ کو احمد نام خواب میں بتایا گیا تھا تو مجھے اسمیں کوئی تحقیق کی ضرورت معلوم نہیں ہوئی ۔ اور بالغرض اگر وہ حوالہ تلاش سے بھی ملے تو کوئی مرید ہو کر اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت صاحب ان دونا موں کو آپ کے دوسرے اسمائے الگ رکھتے تھے ۔ کیونکہ وہ نام ابتدا سے آپ کے رکھے گئے ۔ ورنہ یہ ماننا پڑیگا کہ حضرت صاحب کو یہ بھی علم نہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ اور اسماء بھی ہیں +

بالآخر اللہ تعالے سے یہ دعا ہے کہ وہ ہماری جماعت کو اپنی طرف سے ہدایت فرمائے کہ وہ صراط مستقیم پر قدم زن ہوں ۔ اور قرآن کریم حدیث صحیح کے سامنے اور پھر حضرت مسیح موعود کے کھلے کھلے ارشادات کے سامنے کسی شخص کے کلام کو کوئی وقعت نہ دیں +

لاہور ۔ احمدیہ بلڈنگس
مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۷ء

خاکسار محمد علی